ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ — سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا

قیمت پیشگی سالانہ للعہ

قادیان ضلع گورداسپور

BADR QADIAN

بدر

اگر تو تشنہ لبی از فراق یار ازل | R. No. L. 111 | بنوش جرعہ وصلش زجام نورالدین

جلد ۱۳ | ۸- جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۳ء و ۳ جیٹھ سمت ۱۹۷۰ | نمبر ۱۰ و ۱۱

ضعیف و مردہ دلی گر بقادیاں درآ | بروز جمعرات | کہ ہست محی و موتی کلام نورالدین

ضرورت امداد

بہار میں بعض ملانوں نے اور درد پوش صوفیوں نے چند کتابیں سلسلہ حقہ احمدیہ کے خلاف لکھ کر جن میں بہت سی اناپ شناپ باتیں درج ہیں عوام کو دھوکے میں کر رکھا ہے اور بیجا جوش دلایا ہے یہاں تو ان کتابوں کیطرف چنداں توجہ کی ضرورت نہ سمجھی گئی لیکن اس علاقہ کے احمدی احباب نے ضروری سمجھا کہ اپنے گمراہ شدہ ہمسایوں کو راہ راست پر لانے کے لئے خاص ان کی کتابوں کے جواب کے طور پر کچھ لکھ کر شائع کریں اگرچہ سوال و جواب وہی ہیں جو پہلے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خدام کی تصنیفات میں درج ہو چکے ہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ ملک عبدالرحمٰن صاحب اور حکیم خلیل احمد صاحب اور مولوی عبدالماجد صاحب اور ماسٹر محبوب علی صاحب نے بہت عمدہ پیرایوں میں لطیف اور معقول جواب لکھے ہیں اول الذکر دو صاحبان کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ملک صاحب کا تو ایک مختصر رسالہ بطور ریویو تھا۔ مگر حکیم صاحب نے جو ان لوگوں کے گھر کے بھیدی ہیں ایسا کام کیا ہے کہ باید و شاید مولنا مولوی عبدالماجد صاحب کی تصنیف ہنوز پریس میں ہے

جائینٹ ایڈیٹر
میاں معراج الدین عمر صاحب

صاحب لطیف

لیکن ماسٹر محبوب علی صاحب کی محنت کی اشاعت کا تا حال کوئی انتظام نہوا تھا اب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مسودے کو بھی جو قادیان میں برائے منظوری آیا تھا چھاپ دیا جائے اور فرمایا ہے کہ اس کے واسطے بعض احباب کچھ چندہ کر لیں اور بعد میں کتاب بالخصوص بہار بنگال کے علاقوں میں مفت تقسیم کیجائے لہذا اس تحریر کے ذریعہ سے ذی استطاعت احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کار خیر میں شامل ہوں خرچ کا اندازہ قریب ۷۰ روپے کے ہے ترسیل زر میرے نام ہو رسید اخبار بدر میں دیجاویگی

خادم محمد صادق عفی اللہ عنہ

تبادلہ

برادرم مکرم سید محمد شاہ نواز صاحب احمدی اپنے احباب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا تبادلہ تھانہ دھرم کوٹ ضلع فیروزپور کو ہو گیا ہے

درخواست برائے ٹریکٹ

ملک غلام احمد صاحب دوکاندار بندہ پور ملک کشمیر احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ جہاں کہیں کوئی ٹریکٹ شائع ہو پچیس نسخے ملک صاحب کے نام بیرنگ روانہ کئے جایا کریں نیز ملک صاحب احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

مبارک

برادر محمد اللہ داد صاحب مدرس اول کھونڈہ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ احباب سے درخواست ہے کہ عزیز کے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نیکی کے ساتھ اور صحت و عافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرما دے۔

درخواست دعا

برادر سراج الدین صاحب چک ہزارہ دھیر کے سے اپنی بیمار اہلیہ کے واسطے احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ اللھم اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک

بدر پریس قادیان میں میاں معراج الدین عمر پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر کے حکم سے چھپکر شائع ہوا

خواجہ صاحب کے رسالونکا اردو ترجمہ

چونکہ جو قابل قدر کام خواجہ کمال الدین صاحب کا انگریزی رسالہ یورپ وغیرہ میں کر رہا ہے اُس سے اردو خواں احباب محفوظ ہونے سے محروم ہیں اور کثرت سے ایسے اردو خواں اصحاب نے بار بار تقاضہ اور اصرار سے کہا ہے کہ ہمیں اس کے مضامین پڑھنے کا بہت شوق ہے اس لئے اس رسالہ کے مضامین کو اردو میں شائع کرنے کا کام میاں سراج الدین عمر صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ تمام خواہشمندوں اور شوقینوں کی درخواست پر ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ یہ ترجمہ ماہ بماہ لاہور میں چھپتا رہے اور اس میں خواجہ صاحب کے رسالہ مسلم انڈیا اور اسلامک ریویو کے مضامین کے علاوہ دینی معاشرتی اور تجارتی وغیرہ مضامین نکلا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ ہر طرح بہت مفید اور دلچسپ ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا رکھنیکی کوشش کیجائیگی۔ قیمتیں پیشگی مطلوب ہیں قیمت عہ سالیانہ مقرر ہوئی ہے۔ درخواستیں اور ترسیل زر بنام میاں نذیر احمد منیجر بدر ایجنسی نولکھا لاہور آنی چاہئیں یا معرفت دفتر بدر قادیان۔ میاں سراج الدین صاحب ایک عرصہ تک ریویو انگریزی کا اردو میں ترجمہ کرتے رہے ہیں اور اس کام میں ان کو خاص مہارت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہے

ضرورت ہے

ڈبل روٹی کے خمیر گر کی جو اس کام سے بخوبی واقف ہو مشاہرہ عہ روپے اور خوراک ملینگے کام اچھا ہوگا تو سالانہ ترقی بھی ملیگی۔ درخواستیں حسب ذیل پتہ پر آنی چاہئیں +

مستری محمد عبد اللہ و عزیز الرحمن قادیان ضلع گورداسپور

نوٹ اگر کسی احمدی بھائی کو ایسے کاریگر کی خبر ہو تو وہ ہمیں خبر کر دیں ہم اُس سے خط و کتابت کرینگے۔

مبارک

۲ مئی ۱۹۱۳ء بروز جمعہ خطبہ جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے دو نکاحوں کا اعلان کیا (۱) مولوی ابو الفتح عبد القادر صاحب ایم۔ اے احمدی پسر مولٰنا المکرم مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری کا نکاح ہمارے محب مولوی محمد احسان الحق صاحب پیشکار عدالت مونگیر کی دختر نیک اختر عائشہ بلقیس سے ہوا۔ مہر مبلغ دس ہزار روپے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس تعلق کو جانبین کے واسطے مبارک کرے اور اپنی رضامندیوں کا موجب بنائے

(۲) عزیز حشمت اللہ خاں پسر نعمت اللہ خانصاحب محرر بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کا نکاح بابو محمد وزیر خانصاحب مہاجر قادیانی کی برادرزادی مریم بانو سے ہوا مہر مبلغ دو سو روپے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مبارک کرے۔ اور جانبین کے واسطے موجب رحمت الٰہی ہو آمین۔

اخبار قادیان

حضرت مسیح موعود کے اہلبیت بہمہ وجوہ بعافیت ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ حسب معمول اپنے روزانہ درسوں سے اپنے خدام کو مستفید فرماتے ہیں۔ موسم گرما کے باعث حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پہاڑ پر جانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بخیر و عافیت رکھے اور ان دینی خدمات کی توفیق دے جن کے لئے وہ ہمارے معزز و مکرم ہیں۔ مدرسہ تعلیم الاسلام ابتداء مئی سے باہر لگتا ہے فی الحال اُنھیں کمروں میں جن کی چھتیں تو پڑ چکی ہیں مگر ابھی لپائی اور فرش وغیرہ نہیں ہوئے۔ مدرسہ کے ایک حصہ کے ساتھ ورانڈے بھی بن چکے ہیں اُمید ہے کہ سمر وکیشن کے بعد تمام نہیں تو ایک حصہ مکمل ہو جائیگا۔ جن لوگوں نے تعمیر کمیٹی متعلق چندوں کا وعدہ کر رکھا ہے وہ ایفاء کیطرف توجہ فرمائیں تاکہ تکمیل عمارت میں کچھ مانع نہ پیش آئے۔ مقبرہ بہشتی کیطرف وہ پل جسکی نسبت حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں بھی تحریر فرمایا ہے بن چکا ہے اور چند روز تک مکمل ہو جائیگا پل کو حتی الوسع پختہ اور پائدار بنانے کی کوشش کیگئی لیکن جبتک سڑک کو مقبرہ بہشتی تک نہ پہنچایا جائیگا ان اغراض کی تکمیل نہو سکیگی جنکے لئے یہ پل ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود صاحب کی طبیعت پچھلے دنوں ناساز رہی ہے اور اب خدا کے فضل سے بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ بروز جمعہ ۹ مئی ۱۹۱۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح نے معہ خدام قادیان دور الضعفا میں تشریف لیجا کر دعا فرمائی۔

دین عیسوی اور اسکی مذہبی کتابوں پر ایک محققانہ ریویو

حمد

سب سے پہلے خدائے واحد اور لاشریک کی حمد اور پھر حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلعم اور انکے تمام خلائف اور آل اور مومنین پر بیشمار صلوٰۃ اور رحمتوں کی دعا اور پھر اس مضمون کی قبولیت کی درخواست کرنے میں +

سبب تحریر مضمون

اسکے بعد واضح ہو کہ ان دنوں بلقانی جنگوں میں ترکوں کی کمزوری کے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر عیسائی مذہب کے لیڈروں نے لوگوں کو اپنے مذہب کی دام میں لانے کے لیے یہ حیلہ شروع کیا ہے کہ گویا یہ تمام کامیابیاں انجیلی مذہب کی بدولت حاصل ہو رہی ہیں اس لیے اسی مذہب کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اسکے ضمن میں بہت کچھ لا یعنی اور خلاف واقعہ اور دُور از قیاس باتیں بنا رہے ہیں۔ لیکن انکو پچھلی شکستیں اور حال میں جاپان کی روس پر فتوحات فراموش ہو گئی ہیں۔ اور یہ خیال بھی نہیں رہا کہ بلقانی کوئی مذہبی جنگ نہیں۔ انکی بنیاد کوئی مذہبی تبلیغ نہیں رکھی گئی۔ انکی باتوں کا جواب اور انکی مغالطہ دہی کا سارا راز رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں اور اخبار بدر کے بعض مضامین میں اچھی طرح دیا جا چکا ہے +

چونکہ عیسائی مذہب کے واعظ لوگوں کو یسوع مسیح کی الوہیت اور کفارہ سکھانا چاہتے ہیں۔ اور کفارہ کی قلعی اگرچہ مختلف پیرایوں میں معقولی طور پر اچھی طرح کھولی جا چکی ہے لیکن حال میں خاکسار نے ایک کتاب مسمّی بہ "واقعہ صلیب مسیح کی چشمدید شہادت" میں منقولی طور پر اناجیل موجودہ کی سند اور نہایت معتبر چشمدید گواہ کی شہادت سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعہ ہی غلط ہے اور دنیا میں کبھی سرزد نہیں ہوا۔ وہ کتاب بھی چھپکر طیار ہو چکی ہے +

کفارے کی طرح الوہیت مسیح پر بھی آجتک مختلف معقولی پہلوؤں سے مناظر اور مباحثے ہوتے رہے لیکن اسبات کیطرف کبھی توجہ نہیں کیگئی کہ یہ بھی تو دیکھ لیا جائے کہ آیا فی الواقعہ عیسائیوں کی اپنی مسلمہ انجیلوں میں بھی کہیں الوہیت مسیح ثابت ہوتی ہے کہ نہیں۔ اس غرض کے لئے لکھنؤ کے ایک بڑے پادری صاحب کو میرے عزیز حکیم محمد حسین مالک کارخانہ مرہم عیسےٰ نے ایک خط لکھ کر اُن سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس یسوع مسیح کی الوہیت کو ثابت کرنے کے کیا دلائل ہیں:-

اُن سے یہ بھی دریافت کیا گیا تھا کہ آپ کے ہاں عیسائیوں میں جو ایک یونی ٹیرین یعنے توحید پرست فرقہ ہے وہ الوہیت مسیح کے متعلق کیا خیال رکھتا ہے انکی تصانیف کے ملنے کا پتہ لکھ کر مشکور فرماویں۔ لکھنؤ کے پادری صاحب نے وہ خط پادری وگرم صاحب کے پاس بھیجدیا اور انھوں نے ایک طرف تو پادری ہیر صاحب کو جواب کے لئے مقرر کیا۔ اور دوسری طرف ٹامس ہاول بشیر صاحب کو اس خط کا جواب دینے کے لئے کہا +

پادری ہیر صاحب نے تو حکیم صاحب کو اپنے مکان پر بُلایا اور اُن سے یہ بات سُنکر کہ وہ احمدی ہیں فوراً چہرہ بدل لیا۔ رنگ تغیر کر لیا۔ انکی پہلی تپاک اور محبت روگردانی اور سرد مہری سے بدل گئی۔ اور جھنجھلا کر فرمایا کہ آپ لوگوں نے تو مذہب کا فلسفہ ہی بدل دیا ہے ہم آپ کے ساتھ کوئی گفتگو نہ اب کر سکتے ہیں نہ آیندہ کرینگے۔ پادری ٹامس ہاول نے حکیم صاحب کے خط کے جواب میں لکھا کہ یونی ٹیرین فرقہ کی تصانیف کا ہمیں پتہ نہیں۔ اور یسوع مسیح کی الوہیت سب انجیلوں میں بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ انھوں نے چند مقامات کا پتہ بھی دیا ہے +

اگرچہ پادری ٹامس ہاول صاحب نے اپنے خط میں وعدہ کیا ہے کہ جو بات تحریر یا ملاقات کے ذریعہ سے دریافت کروگے میں اُن کا خوشی سے جواب دونگا اور کبھی کبھی ملاقات کے لئے بھی درخواست کی ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں اس وقت تک کے لئے ہیں جب تک اُن کو حکیم صاحب کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ غیر احمدی ہیں۔ جب انکو یہ پتہ ملجائیگا کہ مخاطب احمدی ہیں تو یہ بھی پادری ہیر صاحب کیطرح اعراض پر مجبور ہونگے۔ احمدیوں سے مخاطب نہ ہونے میں کسی پادری کا شخصی قصور نہیں بلکہ سُنا گیا ہے کہ مشن کی منتظم کمیٹیوں اور کانفرنسوں نے احمدیوں کے ساتھ مذہبی بات چیت کرنے سے تمام عیسائی واعظوں کو روک دیا ہوا ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ احمدیوں کے سامنے کسی میدان میں عیسائی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انھوں نے انکی اصلیت کو پالیا ہے اور انکی چالوں کو اچھی طرح سمجھ کر انکی مذہبی حالت کا پورا اندازہ کرکے انکے ابطال کا کافی سامان کر لیا ہے +

اگرچہ ہمیں پادری ٹامس ہاول صاحب کی شہرت کو دیکھ کر اُن سے اپنے وعدہ کی ایفاء سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے لیکن عام طور پر پادریوں کے طرز عمل کو دیکھ کر یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید یہ بھی اُسی طرح جواب دیدیں +

بہرحال ہم اُن سے درخواست ضرور کرتے ہیں کہ فطری اخلاقی جرأت سے کام لیکر اس مختصر مضمون پر غور فرما کر کچھ لکھیں تاکہ پھر ہم اس مضمون پر ایک مفصل اور بسیط کتاب لکھ کر دنیا کو دکھادیں کہ مسیح کی الوہیت کا اعتقاد عیسائیوں کی انجیلوں میں کہیں نہیں بلکہ یہ صرف ان لوگوں کی ایک وہمی کیفیت کا موضوع ہے +

ایک معقولی بات

ہم نے ہر طرح کے تعصب سے پاک ہو کر اور ہر قسم کی حُسن ظنی اور رعایت کی گنجایش دیکر یسوع مسیح کی الوہیت کو فہم کے حلق سے نیچے اتارنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن ایک غیر جانبدار اور صحیح الفطرت انسان کے لئے ایک اپنے جیسے انسان کو اس کے معتقدوں کی چند بناوٹی باتوں کی بنا پر خدائی اور انسانیت کی دو متضادوں کا جامع ماننا بہت مشکل ہے۔ خصوصاً جب یہ نظر آتا ہو کہ وہ مزعوم مدعی الوہیت عام انسانوں کی طرح دردِ زہ کے ساتھ والدہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور معمولی طور پر شیر مادر پیتا کھاتا تھا اور بشریت کے تمام حوائج اور لوازم اور تقاضا اور ضروریات اسمیں موجود تھے اور اُسکے جسم اور اعضاء کی ساخت بھی انسانی تھی اور اسکے اوضاع و اطوار و اخلاق و حرکات و سکنات و افعال و رفتار و گفتار اور دل و دماغ کے محسوسات اور جذبات اور شہوات اور لذات اور تمام کیفیات بھی انسانی ہی تھیں تو پھر اُسکو کوئی بصیر اور قائم الحواس آدمی خدا نہیں مان سکتا پھر جب اُسکی عاجزی اور بیکسی اور بھوک پیاس کے لئے دوسروں سے درخواستیں اور کاموں میں غیروں کی امداد کی آرزوئیں دیکھی جاتی ہیں تو پھر اُسکی نسبت خدائی کا خیال تو کیا معمولی کامیاب انسان ہونا بھی وہم میں نہیں آسکتا

عقل اور پادری صاحبان

اس بات کا جواب عموماً پادری ایمان

یہ دینگے کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسکو انسانی عقل سمجھ نہیں سکتی۔ عقل کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ بعضے کہینگے کہ مذہب میں عقل کا دخل دینا گناہ ہے۔ بعض کہینگے کہ یہ مسئلہ یورپ کے سوائے ایشیائی دماغوں کی سمجھ میں آ نہیں سکتا۔ لیکن چونکہ انسان کی ہستی کی مشینری میں عقل رہنمائی کا ایک اندرونی چراغ ہے عقل ہی کی رہنمائی سے انسان کے اندرونی و بیرونی کاروبار چلتے ہیں اور بادی النظر میں اسی کی روشنی سے تاریکی کی ٹھوکروں اور اندھیرے کے نشیب و فراز سے انسان بچ سکتا اور اپنے نیک و بد کی تمیز اور کھرے کھوٹے اور سچے جھوٹے کی پہچان کرسکتا ہے۔ اور اپنے تمام کاروبار میں عقل کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اس کی ترقیات کے لئے اتنے بڑے علوم درس و تدریس کرتا ہے۔ اور زیادہ تر پادری صاحبان کے ہم قوم لوگ عقل پر اپنی زندگیوں کا انحصار رکھے ہوئے ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ عقل کو دین کے لئے بیکار اور اسکے استعمال کو حرام سمجھا جاوے +

منقولی ثبوت کی تمہید

لیکن چونکہ ہم ایسی باتوں میں وقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتے جن سے پادری صاحبان کو غلط مبحث کی گنجائش نکل آوے۔ اس لئے ہم یہ معقولات کا پہلو فی الحال چھوڑ کر دوسرے پہلو سے یسوع مسیح کی الوہیت کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں +

منقولی پہلو سے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عیسائیوں کی مسلمہ کتابوں میں اسکی اصلیت کو تلاش کیا جائے۔ پادری ٹامس ہاول صاحب نے اپنے خط میں جن حوالوں کو پیش کیا ہے ان کا ماخذ اناجیل اربعہ مصنفہ متی مرقس۔ لوقا۔ یوحنا۔ اور بعض تحریرات پولوس اور مکاشفات یوحنا ہیں انھوں نے پطرس اور یہوداہ اور یعقوب کی تحریرات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس لئے چونکہ ان تینوں کو انھوں نے اپنے ادعا کے ثبوت میں پیش نہیں کیا انہیں ہم اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور باقی کتب محولہ پر تلاش مقصود کے لئے غور کرتے ہیں +

لیکن قبل اسکے کہ ہم انہیں سے مسیح کی خدا سازی کا سامان ڈھونڈنے لگ جائیں یہ ضروری ہے کہ انکے اپنے وجود کے کذب و صدق اور اعتبار و بے اعتباری پر نظر غائر ڈالکر کسی ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں جو انکی مندرجہ روئیداد سے ظاہر ہوتا ہے +

انجیلوں کی تحقیقات

جب اُن تمام ماخذوں پر غور سے نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ایسے ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں کہ اُن قوانین اور اصول کی رو سے جن سے تحریرات کو گواہی میں قبول یا رد کرنے کی تحقیقات کیجاتی ہے ایک لمحہ کے لئے بھی پایۂ صحت شہادت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور انکی بے اعتباری کسی ایک وجہ سے نہیں بلکہ جسقدر ممکن ذرائع بے اعتباری کے ہوسکتے ہیں اُن سب میں فرداً فرداً بے نظیر ہیں۔ جیساکہ آگے چلکر ثابت کیا جائے گا انکی نسبت یہ بھی مشکوک ہے کہ جن مصنفوں کے نام پر مشہور ہیں آیا انہی کی فی الواقعہ لکھی ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ مسیح کے زمانہ میں لکھی گئی تھیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ انکے مندرجہ کام مسیح سے سرزد ہوئے تھے۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ جو تعلیم انمیں ہے وہ فی الحقیقت مسیح نے دی تھی۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ مسیح کی نقل و حرکت جو انمیں لکھی ہے صحیح ہے اور یہ بھی ثابت نہیں کہ جو معجزات انمیں درج ہیں وہ مسیح سے صادر ہوئے تھے۔ غرض اسی طرح سے کوئی پہلو ان انجیلوں کے اعتبار کا ایسا نہیں جو مخدوش اور مجروح نہ ہو +

اصل انجیل ایک تھی

دُنیا میں کئی مذہب اس مسیحی مذہب سے پہلے اور کئی ایک اس سے پیچھے قائم ہوئے۔ لیکن جس قسم کی بے پروائی یا اگر بدظنی کیجائے تو جتنا دیدہ و دانستہ تصرف اگلے پچھلے مسیحی لوگوں سے اپنی کتاب کے متعلق ظاہر ہوا ہے اُسکی نظیر دُنیا میں دوسرا کوئی سلسلہ پیش نہیں کرسکتا۔ یہ ایک ظاہر اور مسلم بات ہے کہ انجیل کا لفظ واحد ہے اسمیں جمع کے معنے مفہوم نہیں ہوسکتے۔ پس اگر کوئی شخص یسوع مسیح نام کا دُنیا میں ہوا تھا۔ اور وہ خدا کیطرف سے نبی ہو کر آیا تھا اور وہ کوئی کتاب لایا تھا اور اس کتاب کا نام انجیل تھا تو وہ ایک ہی کتاب تھی۔ اور اگر بالفرض اُسے بقول عیسائی صاحبان خدا کہا جائے اور یہ مانا جائے کہ اُس نے اپنی الوہیت اور انسانیت کی مشترکہ شان سے کوئی کتاب دنیا کو دی تھی اور اُس کا نام انجیل تھا تو بھی وہ ایک ہی کتاب تھی۔ خود لفظ انجیل کی وحدت ہی کتاب کی تعداد کو ایک سے زیادہ ثابت ہونے نہیں دیتی +

یسوع مسیح ایک ہی خوشخبری لایا تھا

اگر لفظ انجیل (جسکے معنے خوشخبری ہیں) کو مرقوم اور تحریر شدہ برنگ کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ صرف زبانی خوشخبری اس سے مراد رکھی جائے تو اس صورت میں بھی صرف ایک ہی خوشخبری مراد ہوتی ہے جو یسوع مسیح دُنیا کے لئے لایا تھا۔ ایک سے زیادہ تعداد کسی طرح ثابت نہیں پھر جب ال کے استعمال کو انجیل کے ساتھ دیکھا جاتا ہے یعنے اسکو الانجیل کہا جاتا ہے تو اسکی وحدت کے معنوں پر قطعیت کا اور بھی زور بڑھ جاتا ہے۔ پس نہ تو بصورت کتاب انجیل ایک سے زیادہ تھی اور نہ ہی بصورت زبانی خوشخبری انجیل ایک سے زیادہ تھی اس لئے بھی منجانب اللہ صرف ایک ہی انجیل تھی +

خدا کی انجیل

انجیل کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ اُسکو ایک ایسی ہستی سے منسوب ہونا چاہیئے جو یہی خوشخبریوں اور علوم غیب پر پورا اقتدار اور اختیار رکھتی ہے۔ جبکہ یسوع مسیح خدا اور انسان کے درمیان ایک وسیلہ سمجھا جاتا ہے تو جو انجیل وہ لوگوں کے لئے لایا تو وہ خدا سے لایا تھا۔ خدا کے سوا کسی اور جگہ سے انجیل لانے کا خیال یسوع مسیح کی ہستی بالکل خاک آلود کر دیتا ہے۔ مگر یہ قیاس ہی مع الفارق ہے کیونکہ یسوع کی انجیل کا سرچشمہ وہی حقیقی مالک اور خالق ہے جسکو خدا کہتے ہیں پس یہ ضروری تھا کہ خدا جسکی طرف سے یسوع انجیل لایا تھا اسکے نام سے انجیل منسوب ہوتی۔ ا[illegible] ضرور اصلی انجیل خدا کیطرف منسوب تھی البتہ اس بات کے ماننے سے انکار نہیں [illegible] کہ بعض دفعہ الہامی کتب کی نسبت عرف عام میں منزل علیہم کے اسماء کے ساتھ بھی [illegible] جاتی ہے۔ جیسے صحف ابراہیم۔ زبور داؤد۔ تورات موسیٰ وغیرہ۔ اگرچہ قرآن کریم نے اتنی مشارکت کو بھی اپنے لئے جائز نہیں رکھا۔ اور اپنی مستقل اور معلے [illegible] توحید کو کسی دوسرے کے نام سے مشتبہ نہیں ہونے دیا۔ پس اصل انجیل کم از کم یسوع مسیح کے نام سے تو منسوب ہونی ضرور تھی۔ اور وہ بھی خدا کی ہی سمجھی جا سکتی تھی [illegible]

مسیح کی انجیل

یسوع مسیح کی اپنی انجیل کا مطالبہ کوئی غیر طبعی ا[illegible] خیال نہیں جس سے عیسائی مضطرب ہو سکتے ہیں [illegible]

ایک ایسی ضروری بات ہے کہ جسکی اہمیت کو خود متقدمین عیسائیوں کے اپنے دائرہ میں بھی تسلیم کیا جاتا رہا۔ اور اسی طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ایسی کتابیں گرجا کے صدر مقام پر بطور مستنا د مسلمہ کے قدیم عیسائی زمانہ میں مسیح کے نام سے منسوب ہو کر حکومت کرتی رہیں۔ ان کتابوں کی تعداد یں مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں لیکن ہم اسجگہ صرف آٹھ ایسی کتابوں کے نام لکھتے ہیں جنکی نسبت تصدیق کیا جاتا تھا کہ یہ یسوع مسیح کی اپنی لکھی یا لکھائی ہوئی اور تصدیق کی ہوئی کتابیں ہیں اُنکے نام یہ تھے :-

۱- مسیح کا خط بنام ایبگارس۔
۲- مسیح کا خط بنام پطرس و پولوس۔
۳- مسیح کا خط جو مینی کیس نے پیدا کیا۔
۴- خطوط جو آسمان سے گرے۔
۵- مسیح کی تمثیلوں اور وعظ کی کتاب۔
۶- مسیح کی مناجات کی کتاب۔
۷- مسیح کی کتاب پیدائش مسیح و مریم۔
۸- مسیح کی سحر کی کتاب۔

ان کتابوں کے نام ہم نے فرضی نہیں بنائے بلکہ یہ عیسائیوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن وجوہات نا معلومہ سے متاخرین عیسائی ان کو غیر معتبر قرار دیکر دفن کر چکے ہیں۔ حالانکہ متقدمین میں یہ ہی معتبر سمجھی جاتی تھیں اور عموماً زیر استعمال رہتی تھیں +

اصلی انجیل گم کرنے کا الزام

افسوس یہ ہے کہ متقدمین عیسائیوں نے بوجوہات چند در چند اصل انجیل کی حفاظت کرنے کے لئے یا تو عمداً کوشش نہیں کی اور اسکو جان بوجھ کر ضائع ہونے دیا ہے۔ یا واقعات ایسے پیش آگئے تھے کہ وہ اسکو محفوظ رکھنے سے قاصر رہے۔ لیکن بہر حال ایسی عظیم الشان امانت مفوضہ کو محفوظ نہ رکھنے کے الزام سے قیامت تک بلکہ آیندہ زندگی میں بھی وہ بری نہیں ہو سکتے +

بعض عیسائی صاحبان جھنجھلا کر اصل انجیل کے وجود سے اسی طرح انکار کر دیتے ہیں جسطرح ایک مرتکب جرم اپنے کئے کی ندامت کے خوف سے انکار کر دیتا ہے لیکن ان سے کوئی پوچھے کہ اگر یسوع مسیح کی کوئی انجیل نہ تھی تو پھر اُس نے کیا شئے لوگوں کو دی تھی؟ اور کیوں انجیل کا ادعا کیا جاتا ہے؟ اور اگر یہ خیال ہو کہ یسوع نے زبانی خوشخبری سُنائی تھی تو پھر بعد کے لوگوں کو انجیلیں لکھنے اور لکھی ہوئی انجیلیں لوگوں میں پھیلانے کا خیال کہاں سے پیدا ہوا؟ اور اگر اس خیال کے موجد سچے لوگ تھے تو پھر عیسائی لوگ نوشتہ انجیلوں پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟ یسوع مسیح کی انجیل کے انکار کرنے سے تو عیسائی مذہب کا سارا تانا بانا بگڑ جاتا ہے۔ غرض عیسائیوں میں انجیلیں لکھنے اور لکھی ہوئی انجیلیں دُنیا کو دینے اور اس کو جائز سمجھکر قبول کر لینے یا انکی اصلی اور فرضی ہونیکی تحقیقاتوں کی کارروائیاں کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلا سبق لکھی ہوئی انجیل دینے کا یسوع نے خود دیا تھا۔ عیسائی لوگ یسوع کو مکمل انسان مانتے ہیں۔ اگر وہ انجیل لایا تھا۔ اور اس نے اسکو لکھکر نہ دیا تھا تو بعد کے عیسائیوں نے انجیلیں لکھنے سے دو قصور کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یسوع کے مکمل ہونے کو ناقص کر دیا۔ کیونکہ جب اُسکی مشن کا ایک کام اس سے نہ ہو سکا اور اسکے پچھلوں نے اُسکو کیا۔ تو وہ خود مکمل نہ ہوا۔ اور دوسرا قصور عیسائیوں نے یہ کیا ہے کہ جس حال میں مسیح جو اپنے کام کی مصلحتیں خوب جانتا اور سمجھتا تھا اور اُس نے آپ انجیل لکھی ہوئی دُنیا کو نہ دی تو پچھلوں نے انجیل میں لکھکر اسکو ناراض کیا اور اُسکی غرض کو نہ سمجھا اور اسکی توہین کا ارتکاب کیا +

اصل انجیل گم ہونیکے وجوہ

اصل انجیل کے کھو دینے سے کوئی کم نقصان عیسائی مذہب کو نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ اُسکی وجہ یہ ہو کہ عیسائی مذہب کا ابتدائی زمانہ جہاں ایک طرف پرلے درجہ کی سادگی۔ وہم پرستی اور خوش اعتقادی کا تھا وہاں ساتھ ہی اسکے طرح طرح کی مصیبتوں اور اذیتوں کا تختۂ مشق بھی بن رہا تھا یسوع مسیح کی شامی زندگی جن انتہائی تکلیفوں۔ محرومیوں۔ اور عقوبتوں سے گزری اور انجام بصلیب ہوئی وہ ایسی مشہور ہے کہ کسی تفصیل کی محتاج نہیں اور یہ بھی ایک معلوم بات ہے کہ جب تک اسکے شاگرد اُسکے ساتھ رہے اسوقت تک اُسکی تکلیفوں میں طوعاً و کرہاً حصہ لیتے رہے۔ گو بعضوں نے گرفتار کنندوں کے سامنے اسکے تعلق اور معیت کا انکار بھی کر دیا۔ اور بعض نے روپئے لیکر اُسکو گرفتار بھی کرا دیا۔ جیسا یوحنا ۱۸/۱۸ و ۲۵ و ۲۷ و لوقا ۲۲/۴۸ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ لیکن جب یسوع سے علیحدہ ہو کر بھی وہ کہیں نکلے تو اُن پر اُستاد کی موروثی مصیبتوں کا ہجوم محیط رہا۔ بلکہ اکثروں کے خاتمے عقوبتوں سے ہی ہوئے۔ انکے ماسوا بھی جو لوگ عوام الناس میں سے مسیحی مذہب اختیار کرتے تھے وہ بھی اسی قسم کے دُکھوں اور ایذاؤں کا شکار کئے جاتے تھے۔ ان سب کے حالات کرب و اضطراب کو سُنکر کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ ان بیچاروں کو کہیں جم کر ٹھکانا کرنا نہ ملتا۔ ہمیشہ سردار کاہنوں کے دوستوں اور عام مخالف یہودیوں کے منصوبوں اور تعاقبوں سے جا بجا بھاگتے اور سر چھپاتے پھرتے تھے۔ اسی قسمت کیطرف یسوع نے متی ۸/۲۰ اور لوقا ۹/۵۸ میں اشارہ کیا ہے کہ ابن آدم کے لئے دُنیا پر کہیں سر دھرنے کی جگہ نہیں +

صلیب کی تکلیفوں کی سرگزشت پڑھنے اور یسوع اور اُسکے حواریوں کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد مسیح اور بعض حواریوں کو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اُس ملک سے مخفی طور پر مفرور ہونا پڑا تھا۔ خود یسوع مسیح تو اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے نصیبین وغیرہ سے گزرتا ہوا کشمیر پناہ گزین ہوا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی جہاں کہیں سمائی دیکھی وہیں کا رُخ لے لیا۔ جب یہ بانیان مذہب عیسوی اس طرح آوارہ اور خراب ہو کر دوسرے ملکوں کیطرف گئے تو مذہبی تاریخ بیان نہیں کرتی کہ اُنھوں نے اُسوقت اصل انجیل کا کوئی نسخہ اپنے ساتھ لیجانے کی کوشش کی ہو۔ ممکن ہے کہ اسی بات کو عیسائی لوگ عدم وجود انجیل یسوع کی دلیل پکڑ لیں۔ لیکن نفس الزام ڈیفنس نہیں ہو سکتی یہ تو اُنکی سُستی اور لاپرواہی یا عمداً انجیل گم کرنے کی کارروائی ہونیکی وجہ سے انکے ذمہ ایک قومی الزام ہے +

عیسائی مذہب کا بے انجیل زمانہ اور انجیل نویسی کا تموج

جب اصل انجیل اس طرح گم کر دی گئی۔ اور حواری وغیرہ مختلف جگہوں کو چلے گئے تو کوئی انجیل کسی کے ہاتھ میں نہ تھی۔ اور کچھ عرصہ اسی طرح عیسائی مذہب بے انجیل عمر بسر کرتا رہا۔ پھر حامیان مذہب کو اصل انجیل گم کردہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ لیکن وہ تو دُنیا

میں موجود رہی ہی نہ تھی۔ اس لئے اُستاد کی لکھی ہوئی انجیل کا سبق اُنھیں یاد آگیا۔ اور سُنی سنائی باتیں لکھکر مجموعہ طیار کرنے کا شوق دامنگیر ہوگیا +

وجود انجیل کو ایسی موت کے بعد فرضی قصہ کہانیوں سے آراستہ کر کے نئی زندگی دینے کا شوق غلط تھا یا صحیح لیکن بہتیروں نے اُسوقت اپنے اپنے خیالوں کے مطابق کتابیں لکھ ماریں اور اُن کا نام انجیل رکھ دیا۔ اور بڑھتے بڑھتے یہ زمانہ ایسے انداز پر آگیا کہ فن انجیل نویسی پبلک میں عزت پانے اور مال حاصل کرنے کا ایک اچھا ذریعہ بنگیا۔ اس لئے مخلص تابعداروں کے ساتھ عیسائی اور غیر عیسائی عیاروں کے لئے بھی نفسانی اغراض حاصل کرنے کا ایک اچھا موقعہ ہاتھ آگیا۔ چنانچہ جہاں ایک انجیل کی کتاب بھی نہ تھی وہاں ہزاروں مختلف مصنفوں کی انجیلیں دُنیا میں پیدا ہوگئیں +

حواریوں کا انجیل نہ لکھنے کا عذر

انجیلوں کی کثرت کی ہسٹری عجیب قسم کے تلاطم اور نسخ و دخل کا سین دکھاتی اور مسیحی بزرگوں کے مذہبی فرائض میں ایک نہایت مشکل کام کا جدید صیغہ ایزاد کر کے اُنکی توجہات کو اپنی طرف مبذول رکھتی رہی ہے۔ اصل الہامی نسخہ انجیل گم کرنے کے بعد کوئی شہادت ثابت نہیں کرتی کہ ان ہزاروں مختلف انجیلوں میں سے جو بعد میں پیدا ہوگئی تھیں کوئی ایک بھی یسوع مسیح کی لکھی یا لکھائی ہوئی یا کم از کم اُسکے زمانہ کی لکھی ہوئی تھی۔ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ تمام انجیلیں خواہ وہ معتبر سمجھی جاتی ہیں یا غیر معتبر یسوع مسیح کے زمانہ کے بہت پیچھے کی لکھی ہوئی ہیں۔ اگرچہ امر سب انجیلوں کے اعتبار کی جڑھوں میں درانتی پھیرتا ہے لیکن عیسائی اعتقاد اس خطرناک نقص کو عجیب پیرایہ سے پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ فاضل رینن فرانسیسی اپنی کتاب تاریخ مذہب مسیحی کے دیباچہ میں یہ عجیب بات لکھتا ہے کہ "چونکہ حواریوں کو کامل امید تھی کہ ہمارے جیتے جی ہمارے ہی زمانہ میں مسیح نے دُنیا میں پھر آجانا ہے اور قیامت بھی ہمارے سامنے ہی قائم ہوجاتی ہے اس لئے ہمیں انجیل کے لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ جب ہماری ہی زندگیوں میں قیامت آجانی ہے تو انجیل کس کے لئے لکھتے" حواریوں کی اس شہادت سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے کوئی انجیل کی کتاب نہیں لکھی تھی۔ پس جبکہ حواری خود کسی انجیل کے لکھنے سے انکاری ہیں تو جو تصنیفیں متی۔ یوحنا۔ پطرس اور یہوداہ وغیرہ کیطرف منسوب ہیں اُن کو عیسائیوں کے کہنے پر کس طرح سچا سمجھ لیا جائے +

مسیح کی آمد اور قیامت سے مایوسی

دوسری بات اس سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ حواریوں کو انجیل لکھنے سے مسیح کی آمد ثانی اور قیام قیامت کی امید مانع رہی پھر جب بقول عیسائی صاحبان بعض (متی یوحنا وغیرہ) نے اُن میں سے اور کثرت سے دوسرے بزرگ عیسائیوں نے انجیلیں لکھ ماریں تو ثابت ہوتا ہے کہ یا تو انکے لکھنے والے عیسائی اور حواری نہ تھے اور یہ سب انجیلیں غیر عیسائی لوگوں نے لکھی تھیں اور یا مسیح دوبارہ آچکا تھا اور قیامت قائم ہوچکی تھی۔ اور اگر یہ نہیں تو اتنا تو ضرور تھا کہ مسیح کی دوبارہ آمد اور قیام قیامت سے وہ مایوس ہوچکے تھے اس لئے انھوں نے انجیلیں لکھ کر لوگوں کو دینے کی ضرورت سمجھی +

عیسائی بزرگوں کو انجیلونکی تحقیقات کی کارروائی

پھر جن عیسائی بزرگوں نے قدیم زمانہ میں انجیلوں کی تحقیقات کا بیڑا اُٹھایا۔ انھوں نے اصلی انجیل کے مفقود ہونے کے عظیم الشان نقصان کو پشیمانی اور افسوس کے ساتھ محسوس اور تسلیم کیا ہے۔ اور اُنکی عدم موجودگی سے انھیں تحقیقات کے بہت سارے پیچیدہ اور مشکل مراحل میں سے گزرنا پڑا ہے۔ کیونکہ اتنے بڑے تودہ اناجیل میں سے اصل کو منتخب کرنے کے لئے بجز اُنکے اعتقادی وہم اور علم کی بساط کے کوئی صحیح معیار اُنکے ہاتھ میں نہ تھا اس لئے ایک ایک صدی میں کئی کئی بار بیٹھ کر اصلی نسخے انتخاب کرنے کا کام کرتے رہے لیکن وہ ہمیشہ ناقص ثابت ہوتا رہا۔ ہزاروں میں سے چھانٹ کر ۳۶ اور پھر اس سے کم نسخے ایک زمانہ تک صحیح سمجھتے رہے۔ پھر اُنکی فہرست میں ہمیشہ تغیر و تبدل کرتے رہے۔ کبھی کوئی نیا نسخہ مل گیا تو اُسے داخل کر دیا اور کسی پہلے مسلمہ نسخے کو نکالدیا۔ کبھی متروک فہرست میں سے کوئی نسخہ دوبارہ نکالکر مقبول فہرست میں رکھدیا اور کبھی مقبول فہرست میں سے کوئی نسخہ نکالکر متروک کر دیا + غرض اسی قسم کے داخل و خارج کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ پھر اس تعداد میں ایک اور ترمیم واقع ہوئی اور کتابوں کے اصناف مقرر کئے گئے +

۳۸۔ انجیلوں کی فہرست

ان میں پہلی صنف میں وہ انجیلیں رکھی گئیں جو یسوع مسیح کا کلام سمجھی گئیں۔ اسوقت اُنکی فہرست کی تعداد ۳۸ مقرر سمجھی گئی۔ اس فہرست میں اناجیل طفولیت مصنفہ متی۔ ولادت مریم۔ یعقوب۔ نقودیمس۔ پیٹر۔ دوم یوحنا۔ اندریاس حواری۔ فلپ۔ بارتھالمی۔ توما۔ اول طفولیت مصنفہ توما۔ دوم طفولیت مصنفہ توما۔ متھی آز۔ مرقس جو مصریوں کی کہلاتی ہے۔ برنباس۔ متھی ڈیس۔ بازل ایلیس۔ بے سیلی ڈس۔ سرنتھس۔ ابی اونیٹنز۔ انکارٹیٹس۔ حوا۔ یہودیا۔ جوڈس۔ جوڈس بارشین۔ امرن تھس۔ ناصریان۔ کاملیت۔ سینی تھینس۔ تی ٹن۔ حقیقت۔ جو ڈیلین ٹی بین کے پاس تھی۔ ویلن ٹینس۔ متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا +

۱۱۳ کتابونکی فہرست

دوسری صنف میں وہ نامے اور رسالے قرار دیئے گئے جو حواریوں نے اپنی طرف سے لوگوں کو لکھے۔ انکی تعداد اسوقت ایک سو تیرہ مقرر سمجھی گئی۔ اس جگہ اُسکے نام بھی ناظرین کی واقفیت کے لئے لکھدیئے جاتے ہیں۔ خطوط مریم بنام اگناشس۔ سلیمان یوحنا بنام ہیڈرویک۔ پطرس بنام کلیمنس۔ خط برنباس۔ پولوس بنام لادوکیاں۔ پولوس بنام تھسلنیکونیا ۱ و ۲ و ۳۔ پولوس بنام کرنتھیاں ۱ و ۲ و ۳۔ پولوس بجواب خط کرنتھیاں۔ پولوس بنام سنیکا ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶۔ تھمی سن مانٹی فنٹ۔ کلیمنٹ بنام کارنتھیاں ۱ و ۲۔ اگنی شیس بنام انفی سینز۔ ایگا بنام میگنے شنس۔ ایگا بنام ترلیاں۔ ایگا بنام رومیاں۔ ایگا بنام فلے ڈلفس۔ ایگا بنام سمرنیاں۔ ایگا بنام پولی کارپ۔ پولی کارپ بنام فلپیاں۔ ہرمس کا گڈریہ۔ ہرمس کے احکام۔ ہرمس کی تماثیل۔ تذکرہ وفاتِ مریم مصنفہ یوحنا۔ تذکرہ مسیح اور اُسکے صلیب سے اُترنے کا مصنفہ یوحنا تذکرہ وفات مریم مصنفہ یعقوب۔ مکاشفات سرنتھیس۔ مکاشفات سٹیفن اور کتب پیدائش مریم۔ تاریخ و حدیث مریم۔ نسل مریم۔ مریم کی انگشتری سلیمانی

عقائد حواریاں۔ تعلیم حواریاں۔ اعمال پطرس۔ اول مشاہدات پطرس۔ دویم مشاہدات پطرس۔ مباحثہ پطرس۔ تعلیم پطرس۔ وعظ پطرس۔ آداب نماز پطرس خانہ بدوشی پطرس۔ قیاس پطرس۔ اعمال یوحنا۔ خانہ بدوشی یوحنا۔ حدیث یوحنا مشاہدات دوم یوحنا۔ آداب نماز یوحنا۔ اعمال اندریاس۔ آداب نماز متی۔ اعمال فلپ۔ مشاہدات تھوما۔ اعمال تھوما۔ آداب نماز یعقوب۔ خانہ بدوشی تھوما۔ حدیث متھی آر۔ آداب نماز مرقس۔ پی شن مصنفہ مرقس۔ اعمال پولوس اول۔ اعمال پولوس دویم۔ اعمال پولوس۔ مشاہدات اول پولوس۔ مشاہدات دوم پولوس۔ ردیائے پولوس۔ وعظ پولوس۔ مغز سانپ پولوس۔ پری سیپٹ پولوس۔ اعمال حواریاں مقبوضہ از ٹیٹز۔ ہل کی لسٹیں جیمیں۔ اعمال حواریاں نوشیں۔ اعمال حواریاں لن ٹی شیس۔ اعمال حواریاں لیان ٹیس۔ اعمال حواریاں لیوتھان۔ اعمال حواریاں مصنفہ جرمنی چنز۔ اعمال حواریاں سلیوکس۔ اعمال حواریں۔ مکاشفات یوحنا۔ خطوط پولوس بنام رومیاں۔ کرنتھیاں اول۔ کرنتھیاں دوم۔ گلاتیاں۔ افسیاں فلپیاں۔ کلسیاں۔ تھسلنیکیاں۔ تمتھی اول۔ تمتھی دوم۔ تیتی۔ فلیمن۔ عبرانیاں۔ خطوط یعقوب بنام دوازدہ فرقہ۔ پطرس اول بنام تمام مسیحیاں۔ پطرس دوم بنام تمام مسیحیان۔ یوحنا اول بنام تمام مسیحیاں۔ یوحنا دوم۔ یوحنا سوم۔ یہودا بنام تمام مسیحیاں ✣"

اس دور زمانہ کے متصل ہی ایک دور ایسا آیا جسمیں پچاس انجیلیں فہرست اعتبار ہی میں داخل رہ گئیں۔ یہ زمانہ مسیح کے بعد دوسری صدی کا تھا۔ ان انجیلوں کی فہرست ذیل تھی۔ انجیل رسول اندریو۔ آپلیس۔ دوازدہ رسولان۔ بارناب بارتھلمی۔ بسلیہ۔ قیرنتھ۔ خاندان مسیح۔ تاریخ ڈسپوزین مسیح کے نسب کی۔ ایبو نائٹ۔ مصری۔ انکراٹائٹس۔ طفولیت مسیح۔ ابدی۔ حوا۔ ناسٹک۔ عبرانی۔ ہیزک۔ مقدم مؤلفہ جیمس اصغر۔ وفات مریم۔ یہودا اسکریوطی۔ یہودا لائی ٹوئیس سیوسی انس۔ ٹامس رسول۔ زندہ۔ موکرین۔ مارسین۔ تین کتابیں مریم کی پیدایش کی۔ کتاب مقدمہ مریم اور اسکی دایہ کی۔ مسائل مریم صغیرہ و مسائل کبیرہ۔ وفات نامہ مریم۔ متی کی عبرانی انجیل۔ ماستھاس۔ نقودیموس۔ پولوس۔ کمالبیت۔ فلپ۔ پطرس پیدائش مسیح۔ شمعون۔ سوریا۔ ناشین۔ لائی۔ ٹامس۔ والنٹین۔ زندہ ✣

بہت انجیلوں کا متقدمین میں رواج اور چار انجیلوں کا آغاز اور دوسری انجیلوں کا ضائع کرنا

مقدس جسٹن کے زمانہ تک عموماً عیسائی مصنفین اور واعظ انھیں کتابوں کو مستند سمجھتے رہے اور انھی میں سے حوالے اور اقتباس دیتے رہے پھر ان میں بھی ترمیم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ تو ایک نئی فہرست پچاس مستند انجیلوں کی مرتب کی گئی۔ چنانچہ عالم فیبریس جو ایک جرمنی مسیحی فاضل سترھویں صدی میں گزرا ہے۔ اس نے پچاس غیر مستند انجیلوں کا حال لکھ کر شائع کیا ہے۔ پوپ جے لار کانے اپنے محاکمہ میں ان انجیلوں کے نام لکھے ہیں۔ مشہور و معروف بزرگ عیسائی مصنف و محقق۔ مقدس جیروم (پیدایش سنہ ۳۴۵ء وفات سنہ ۴۲۰ء) نے بھی ان میں سے بعضی انجیلوں کا نام لکھا ہے اور اپنی کتب میں انکے حوالے اور اقتباس لکھے ہیں یہ امر واقعہ ہے کہ کلیسوی گرجوں میں بہت ساری انجیلیں کئی صدیوں تک معتبر اور مستند سمجھی جاکر مروج رہیں۔ لیکن انکے بہت عرصہ بعد چار انجیلیں معلوم ہوکر گرجا میں داخل ہوئیں۔ اور بقول کل جل اللذیذ ان چاروں انجیلوں سے پادریوں کی محبت بہت بڑھتی گئی۔ یہانتک کہ دوسری تمام انجیلوں کو موقوف کرکے صرف انپر ہی انحصار دین کردیا۔ اور جہانتک ممکن ہوسکا۔ دوسری تمام انجیلوں کو تباہ کرنیکی کوشش کی گئی۔ چنانچہ لیون اول جو سنہ ۴۴۰ء سے سنہ ۴۶۱ء تک پوپ رہا۔ اس نے اپنے زمانہ پوپی میں ان کتابوں کو جنکو وہ غیر مستند سمجھتا تھا آگ میں جلوا دیا۔ ایسا ہی شاہ قسطنطین اور تھیوڈوز نے جو چوتھی صدی میں باوقات مختلف روم کے عیسائی بادشاہ ہوئے ہیں اس قسم کی کتابوں کو ضائع کرنے کے لئے اپنی اپنی حکومتوں کے عہد میں پبلک اعلان کئے اور تعمیل نہ کرتے والوں کو سزائے قتل دی ✣

عیسائیوں کا خیال انجیلوں کے متعلق

عیسائی مذہبی طبائع بھی ہمیشہ عجیب قسم کی وہم پرستیوں اور زنانہ عقیدوں کی کورانہ پابندی کی لذتوں میں سرشار رہی ہیں۔ انھوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ حقیقی انجیل کو دنیا میں ظاہر کیا جائے۔ وہ اپنی مذہبی کتب کو ہمیشہ اپنے وہمی اور خیالی مذہب کے قالب میں بدلنے کے درپے رہتے رہے ہیں۔ اصلی کتاب الانجیل کو دیدہ دانستہ گم کرنے کے الزام سے وہ کسی حال میں بری نہیں ہوسکتے کیونکہ انکے افعال جو اناجیل کی ایجاد اور تصنیف سے عیاں ہو رہے ہیں اور انکی عام روش جو وقتی ضرورت کے لحاظ سے اناجیل کو مفقود کرنے اور نئی اناجیل پیدا کرلینے اور پھر ترجموں کے ذریعہ سے اُن پر ہر زمانہ میں نئے رنگ چڑھانے سے ظاہر ہو رہی ہے وہ اسکے خلاف الزام کو بہت زیادہ مضبوط کرتی ہیں۔ ہم اسبات کے کہنے سے رک نہیں سکتے کہ عیسائی مذہبی مصنفوں نے ہمیشہ مذہب کو اپنے اندرونی خوش اعتقادیوں کا آزاد مجموعہ بنا رکھا ہے۔ انھوں نے یسوع مسیح کی سچی پیروی نہیں کی۔ اگرچہ تحریف کتب کی ایجاد کا الزام یہودیوں پر ہے لیکن اُن کے مسیحی اُن سے بہت آگے نکل گئے ہیں ان لوگوں نے صرف تحریف پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ترمیم اور تجدید کتب عہد نامجات میں دست درازی سے باز نہ رہے اُنکے ہاں کوئی انجیل ایسی نہیں جسکو خدا کی انجیل کہتے ہوں یا کم از کم اسکو یسوع مسیح کیطرف ہی منسوب کرتے ہوں۔ لیکن ہزاروں انجیلیں دنیا میں اپنی تصنیفوں سے پیدا کردیں ✣

انجیلوں کے متعلق متقدمین اور متاخرین کے تعلقات

یہ بات بھی سمجھنے کے لائق ہے کہ جبکہ وہ بیشمار انجیلیں متقدمین مسیحی بزرگوں کی لکھی ہوئی یا انکے گرامی اسماء سے منسوب کیجاتی تھیں اور کوئی معیار صحیح الہامی کلام کے شناخت کرنے کا صریح طور پر متاخرین عیسائیوں کے ہاتھ میں نہ تھا۔ تو پھر متاخرین کو کسی تحریر کو اختیار اور کسی کو رد کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ مطلق مذہبی عہدہ اور محض لیاقت علمی اور اعتقادی وہم پرستی کلام الہامی کی شناخت کے لئے ہرگز کافی معیار نہیں ہوسکتے۔ اور نہ ہی کوئی وجہ ترجیح ان متاخرین علماء کو پہلے لکھنے والے عیسائی عالموں پر ہوسکتی ہے اگر انکی علمی لیاقت اور دنیاوی وجاہت انھیں انکی تحریرات کو رد کرنے کا حق بخشتی ہے تو آنکی متقدمیت اور لیاقت اور عزت انکے فیصلہ پر قلم نسخ پھیرنے کا غالب حق رکھتی ہے۔ اسکے علاوہ جبکہ وہ لوگ ان کی نسبت عیسائی دین میں پہلے

زمانہ کے تھے اور ہمیشہ متقدمین متاخرین کی نسبت سلسلہ دینیات میں زیادہ تر قابل وثوق و اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔ پھر اُنکی تحریرات کے سامنے انکی وہمی باتیں کوئی وقعت نہیں رکھ سکتیں +

غرض یہ کہ متقدمین کی شہادت سے متاخرین غلط اور متاخرین کی شہادت سے متقدمین مفتری اور غلط ٹھیرتے ہیں اور ان دونوں بزرگ گروہوں کی شہادتوں سے کوئی ایک کتاب بھی معتبر اور صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ پس جب اندرونی طور پر متقدمین اور متاخرین بزرگ عیسائی غلط کار اور مفتری ثابت ہوتے ہیں۔ تو بیرونی لوگوں کے سامنے عیسائی مذہب کس منزل ثبات پر قدم قائم رکھ سکتا ہے یہ تو خود غلط املا غلط انشا غلط کا معاملہ ہے +

انجیلوں کیلئے چار کے عدد کی ضرورت کی کہانی

بفرض محال متاخرین کے حق انتخاب کو جائز بھی سمجھا جائے تو پھر انتخاب کے لئے جو اصول انھوں نے اختراع کئے ہیں اُن کو دیکھ کر ہنسی آتی ہے متقدمین بزرگوں نے بہت ساری کتابوں کو مستند اور واجب العمل قرار دیا۔ اور اُن پر خود عمل کرتے اور لوگوں کو کراتے رہے۔ لیکن متاخرین نے اِن سب کو رد کر دیا اور مسیح سے کئی سو برس بعد چار کتابیں گرجا میں داخل تھیں لطف یہ ہے کہ ان چاروں کو منتخب کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ انکے پاس نہ تھی۔ البتہ ایک مضحکہ خیز بات مقدس آئی میرنیس مشہور و معروف بشپ اور مصنف نے اپنی ایک کتاب میں لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حزقی ایل نبی باب ۱ میں کروبین کی شکلیں اس طرح بتاتی ہیں۔ ”سو اُن چاروں کا ایک چہرہ انسان کا اور ایک چہرہ شیر ببر کا اُنکی داہنی طرف اور اُن چاروں کا ایک چہرہ سانڈہ کا انکی بائیں طرف اور ان چاروں کا ایک چہرہ عقاب کا تھا“ پھر مکاشفات یوحنا باب ۴ میں کروبین کی یہ شکل لکھی ہے۔ ”اور پہلا جاندار ببر کی مانند۔ دوسرا جاندار بچھڑہ کی مانند۔ اور تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا تھا۔ اور چوتھا جاندار اڑنے والے عقاب کا سا“ اور داؤد نبی نے زبور ۸۰ میں آنے والے کلمہ کو کروبین پر بٹھایا ہے۔ ان باتوں پر مسیحی بزرگوں نے عجیب عجیب تاویلات کے رنگ چڑھائے۔ مگر ان میں ہم صرف ایک بات لکھتے ہیں اور مقدس جیروم نے عقاب کو یوحنا کی انجیل اور بیل کو لوقا اور شیر کو مرقس اور انسان کو متی سے تشبیہ دی ہے۔ اور مقدس جرمین رومی چوتھی صدی کے مشہور مسیحی مورخ اور سڈولیٹس اور فلنجنٹیس بشپ اسپینہ۔ اور یوشیر۔ اور پیٹر۔ اور بہت سے لاطینی اور یونانی متاخرین نے جیروم کی تشریح کو اختیار کیا ہے۔ اس سے چار کے عدد کی خاص عزت عیسائی دائرے میں انجیلوں کے لئے قائم ہو گئی۔ اور ان چار انجیلوں کو خاص وقعت دیدی گئی اور باقی سب تاریکی میں ڈالدی گئیں

پیارے ناظرین۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ عیسائی صاحبان نے لفظ کلام یا کلمہ کو خدا کا مترادف سمجھ رکھا ہے اور یسوع کو خدا کا ہم معنے بنایا ہوا ہے۔ جہاں کہیں کلام کا لفظ آتا ہے اُس سے مصنف کی مراد خواہ کچھ ہی کیوں نہو لیکن عیسائی مسیح مراد لئے بغیر رہ نہیں سکتے۔ یہی حال یہاں زبور ۸۰ کے کلمہ کا ہے کلمہ یا کلام کی تشریح ہم آیندہ اپنے موقعہ پر کرینگے۔ لیکن اسجگہ جب ہمیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مکاشفات یوحنا جعلی ہیں اور نیز وہ مسیح سے قریب یونی صدی بعد لکھے گئے تھے تو چار کے عدد کو انجیلوں سے وابستہ کرنے اور کلام کے معنے خدا سمجھنے کی فلسفی خاک میں ملجاتی ہے +

نیسیا کی کونسل کا واقعہ

پہلے قریبًا سوا تین سو برس تک تو انجیلوں کے انتخاب کرنے کی کارروائیاں بیقاعدہ طور پر ہوتی رہیں لیکن آخر کار ایک متفقہ کوشش کی ضرورت سمجھی گئی چنانچہ ایک بڑی کونسل اناجیل کے فیصلے کے لئے مقام نیسیا میں سنہ ۳۲۵ء کو منعقد کی گئی۔ اس سے پہلے گرجوں میں وہ تمام انجیلیں جنکو اس کونسل نے غیر معتبر قرار دیکر معدوم کرنیکی کوشش کی تھی مروج نہیں۔ اُس کونسل کا ایک واقعہ اناجیل اربعہ کے انتخاب کے متعلق لکھا ہے۔ کہ سب کتابیں مستند اور غیر مستند ملا کر گرجے کے صدر مقام پر رکھ کر بزرگوں نے بڑے حضور دل کے ساتھ دُعا کی کہ مستند کتابیں جو الہامی ہیں وہ اوپر رکھی رہیں اور غیر مستند نیچے گر جائیں اسوقت اُنکی دُعا قبول ہوئی اور مستند اوپر رہ گئیں اور غیر مستند نیچے گر گئیں +

نیسی فور اور بیرونیٹس وغیرہ لکھتے ہیں کہ اُس کونسل کے ممبروں سے بشپ کریسنٹ اور بشپ میورڈنی اس مر گئے تھے۔ کونسل کی کارروائی پر مستند ہونے کے لئے انکے دستخط ضروری تھے۔ اس لئے کونسل کی کارروائی کی مسلیں اُنکی قبروں پر لیجا کر رکھ دیں اور پہرہ لگایا گیا۔ تمام رات دعائیں مانگتے رہے صبح کو دیکھا تو مسلوں پر ان دونوں کے دستخط موجود تھے۔ پس اس سے یقین ہو گیا کہ یہ چاروں نسخے مستند ہیں۔ یہ ہیں عیسائی بزرگوں کی انجیلوں کے انتخاب کے کرشمے۔ ان لوگوں کی مذہبی حیثیت کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔ مُردوں کی تصدیق سے مذہب کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ ایک طرف یوحنا کا مکاشفہ ہے اور دوسری طرف یہ خوش کن کہانی استناد اناجیل اربعہ کی خوب قلعی کھولتے ہیں۔ عیسائی صاحبان اپنے بزرگوں کی عزت پر ہاتھ مارنے سے بھی ذرا نہیں جھجکتے۔ انہی دو کہانیوں کے برخلاف جب دوسرے واقعات اور ثبوت مضبوط طور پر ثابت کرتے ہیں کہ اناجیل اربعہ قطعی طور پر غیر معتبر اور غیر الہامی ہیں تو پھر ان کہانیوں کے بنانے والوں کی وقعت نہیں رہتی +

اناجیل اربعہ سے عیسائیوں کا سلوک

قبل اسکے کہ ہم اناجیل اربعہ پر نظر تنقید کریں ہم یہ بات دیکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ عیسائی صاحبان نے جب اتنی بڑی کھینچ تان سے سب انجیلوں کو چھوڑ کر ان چاروں پر ہی اکتفا کیا اور ان کے انتخاب کے متعلق گرجے کے صدر پر دُعا کے ذریعہ سے سچی کتابوں کے اوپر رہنے اور کریسنٹ اور میورڈنی اس مُردوں کے دستخطوں کے قصے بنانے کے گناہ کو بھی اپنے ذمہ لیا اور مکاشفات یوحنا کی بنائے فاسد پر اپنے فاسد خیالات کو قائم بھی کیا تو انھوں نے انکے ساتھ کیسا وفادارانہ سلوک کیا +

پہلا سلوک انھوں نے ان انجیلوں کے ساتھ یہ کیا کہ انکے اصلی عبرانی نسخوں کو گم کر دیا اور کوئی فرضی یونانی ترجمے اصل بتانے شروع کر دیئے۔ ہمارے دوست عیسائی اسبات کو سُنکر خوش نہیں ہوتے کہ اصل اناجیل اربعہ زبان عبرانی میں تھیں اور اُسی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ اس ناراضی کی وجہ یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر ان اصلی نسخوں کو گم کر بیٹھے ہیں اور اب بازپرس پر ناراض نہوں تو کریں کیا؟ البتہ ہمارے ناظرین ہم سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس عبرانی الاصل ہونے کا ثبوت کیا ہے تو اسکے جواب میں ہم یہ بات عرض کرتے ہیں کہ عیسوی مذہب

تواریخ وہمی اور باطل اور ناقابل اعتبار باتوں سے بھری ہوئی ہے اور خود اناجیل اربعہ کی ہستی یاروں کی عیاریوں پر قائم ہے۔ لیکن جو باتیں ہم انکی عبرانی الاصل ہونیکے بارے میں پیش کرتے ہیں وہ انجیلوں کے ثبوت سے زیادہ مضبوط اور قابل اعتبار ہیں +

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ یسوع مسیح کی مادری زبان عبرانی تھی یسوع مسیح کے حواری سب شام کے علاقہ کے رہنے والے تھے اور شام کی زبان عبرانی تھی۔ انکے مخاطبین اور سامعین سب عبرانی زبان رکھتے تھے۔ اگر یہ کتابیں انہی کی لکھی ہوئی ہیں تو کوئی ایسی وجوہات موجود نہیں جو انکو اپنی مادری اور اپنی ملکی زبان چھوڑ کر یونانی زبان میں انجیلیں لکھنے کے لئے پیش آئی تھیں ماسوائے اسکے یسوع مسیح اور اس کے حواریوں کا یونانی زبان سیکھنا کہیں ثابت نہیں۔ اور جبتک صریح دلائل سے یہ بات ثابت نہ کیجائے اسوقت تک یونانیت کا دعویٰ تسلیم نہیں ہو سکتا +

(۱) خود عیسائیوں کے بزرگ انکو عبرانی الاصل مانتے ہیں چنانچہ مشہور عیسائی مورخ یوزی بی اپنی کتاب میں بحوالہ پاپی اس لکھتا ہے کہ اصل انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اور مقدس جیروم کہتا ہے کہ معلوم نہیں عبرانی انجیل کو کس نے یونانی میں ترجمہ کیا +

(ب) ان انجیلوں میں بعض اصلی فقرے اور الفاظ عبرانی زبان کے ابتک موجود ہیں جیسے الوہی الوہی لما سبقتنی۔ ہوشعنا۔ تلیتا قومی وغیرہ۔ یہ الفاظ انجیلوں کی اصل زبان عبرانی ثابت کرتے ہیں معتبر شہادت ہیں۔ کیونکہ انکی موجودگی سے اس بات کا اچھا سراغ ملتا ہے کہ مصنفین نے انکو عبرانی میں لکھا تھا۔ اور جن خاص الفاظ اور جملوں کے ترجموں کا مفہوم ادا کرنے سے مترجم قاصر رہے اُن کو بجنسہ اصل زبان میں چھوڑ دیا +

(ج) اس زمانہ میں وہ ملک رومی حکومت کے ماتحت تھا۔ اور رومی زبان مروجہ کی تھی۔ یونانی زبان کے لئے اُس ملک میں ان دنوں رواج پانے کی کوئی صورت نہ تھی +

(د) بعضے الہامی فقرے اور الفاظ جو ابتک ان انجیلوں میں دکھائی دیتے ہیں اسبات کو ثابت کر رہے ہیں کہ یسوع پر انجیل زبان عبرانی میں الہام ہوئی تھی۔ پس اصل انجیل الہامی عبرانی تھی۔ اس لئے دوسروں نے جو انجیلیں لکھی تھیں وہ انکی نقل تھیں اُس کا عبرانی میں ہونا ضروری تھا +

غرض اسی قسم کی باتوں سے ثابت ہے کہ ان انجیلوں کے اصل نسخے عبرانی زبان میں تھے۔ اور نیز اصل الہامی انجیل بھی عبرانی میں تھی۔ لیکن عیسائی طریق مذہب سازی نے اس کو محفوظ نہیں رکھا +

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی لوگ ترجمہ کرنے میں ایسا دلیرانہ تصرف کرتے ہیں کہ اصلیت کو نیچے چھپا کر اپنے خیالات کا بالکل نیا جامہ پہنا دیتے ہیں چنانچہ مسٹر جے پیرسن سمتھ کی کتاب "ہو دی گاڈ اور بائبل" کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ بعض آیات پُرانی بائبل کی ایسی تبدیل کر دیگئی تھیں کہ انکے معنے بالکل بدل گئے تھے اور اس سے بڑھ کر یہ بات دیکھی گئی تھی کہ بعض بعض آیتیں ہی چھوڑ دیگئی تھیں جنکو وہ ہمیشہ سے خدا کی الہامی کتاب کا حصہ جانتے تھے۔ چوتھی صدی کے اخیر میں لیٹن زبان کے ترجموں میں اتنی غلطیاں واقع ہو گئی تھیں کہ لاطینی بولنے والے مسیحیوں کو اندیشہ ہو گیا تھا۔ کہ کتاب مقدس بالکل جاتی رہے گی +

اسی طرح مذہبی رومن کیتھلک سوسائٹی کے ترجموں نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اصل نسخے زبان عبرانی میں تھے اور چونکہ ہر ایک لفظ کے معنے مختلف ہونے کے سبب لغت میں اختلاف ہوتا ہے اس لئے ترجمہ میں صحیح مفہوم ادا نہیں کیا گیا + ہماری غرض ان مختصر اشارات سے یہ دکھانا ہے کہ مسیحی لوگوں نے ان اناجیل اربعہ کے ساتھ بھی بیوفائی کی ہے نہ اسکے اصل عبرانی نسخوں کی حفاظت ہی کی اور نہ ہی صحیح ترجمے پبلک کو دیئے۔ اسکے علاوہ انھوں نے اپنی اوہام پروری کے دائرے کو ان اناجیل تک محدود نہ رکھا بلکہ پرانے عہدنامہ میں بھی جا ہاتھ ڈالا۔ کہیں غلط اقتباسات سے اور کہیں غلط تفسیر وں سے اپنا مطلب نکالنا جائز رکھا۔ اور جہاں کچھ بھی ہاتھ نہ پڑ سکا وہاں یا تو اصل میں سے کچھ نکال دیا یا اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا۔ تاکہ وہ ایک صورت پیشگوئی بنکر یسوع پر صادق آسکے۔ یہ تمام تعرفات مسیحی لوگوں کے ہیں جن پر ہم کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ مفصل لکھینگے

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ عیسائی لوگ ہمیشہ مذہب کو اپنے اوہام اور خیالات کے ماتحت رکھتے رہے ہیں اور کمزور فرضی باتوں پر اسکی بنیاد ڈالتے رہے ہیں۔ دراصل اُنکی یہ کوئی نئی عادت نہیں ہے بلکہ موروثی ہے پہلے تو قرون اولیٰ کے وہ بزرگ جو مسیح کی حواریت میں رہنے کا شرف پا چکے تھے۔ وہ ہی اس غلو اعتقادی اور مذہب سازی اور وہم پرستی کے مورث اعلےٰ بنے۔ چنانچہ لکھا ہے "پس بھائیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ وہ شاگرد نہ مرے گا۔ لیکن یسوع نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ نہ مریگا" (یوحنا ۲۱/۲۳) اسی طرح اس قسم کے اور بہت سارے حوالے انکی مسلمہ کتابوں میں ہی ایسے موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یسوع مسیح کی موجودگی میں ہی حواری لوگ اُسکی اصل باتوں کے برخلاف اپنی طرف سے کچھ باتیں بنا کر مشہور کر دیا کرتے تھے۔ گویا یہ سارا تار و پود ہی بگڑا ہوا نظر آتا ہے اس لئے ایک محقق کے لئے ان لوگوں کے ایسے چال چلن سے حقیقت حال کو دریافت کرنے کا کام بہت اہم اور مشکل ہے۔ اسی طرح جتنے معجزات انجیلوں میں یسوع مسیح کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب اسی قسم کے فرط اعتقادی کی صنعت ہیں کیونکہ یسوع مسیح صرف ایک ہی نشان دکھلانے پر اپنی ساری مشن کو منحصر اور محدود کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یونس کے نشان کے سوائے کوئی نشان دکھایا نہیں جائے گا۔ دیکھو متی ۱۲/۳۹ مرقس ۸/۱۲ لوقا ۱۱/۲۹ پس جس حال میں یسوع کہتا ہے کہ کوئی اور نشان سوائے یونس کے نشان کے دکھایا نہیں جائے گا۔ اور صرف یہی ایک نشان دکھایا جائے گا۔ اور ایسا ہی وہ کہتا ہے "تم البتہ یہ مثل مجھ پر کہوگے کہ اے حکیم اپنے آپ کو تو اچھا کر جو کچھ ہم نے سُنا ہے × × × × یہاں اپنے وطن میں بھی کر" لوقا ۴/۲۳۔ اس درخواست سے انکار کرتا ہے اور کوئی معجزہ انکو نہیں دکھاتا۔ تو پھر انجیل نویسوں کی محبانہ کوری سے لکھی ہوئی معجزوں کی حکایتوں کو تسلیم کرتے یونس کے نشان کے سوائے اور معجزات کو صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ اس لئے الوہیت مسیح کی عمارت کا جتنا حصہ اُسکے معجزات پر رکھا ہوا ہے وہ محض بے حقیقت اور وہمی ہے کیونکہ مسیح تو تمام معجزات کا خود انکار کرتا ہے +

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل نویس بہت ہوشیار اور زمانہ شناس لوگ تھے انھوں نے جب یہ دیکھا کہ اُس زمانہ میں لوگ وہم پرستی اور ارواح خبیثہ اور جنات کے تصرفات کو ماننے میں حد سے بڑھے ہوئے اور سراسر جہالت کی تاریکی میں گرے ہوئے ہیں کیونکہ ایسے عقائد جہلا میں رائج ہوتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے عوام کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً گرویدہ کرنے کے لئے بدروحوں کے

نکالنے کے قصّے تراشکر مسیح کیطرف اُنکو منسوب کیا اور اُنکو اُسکے معجزات قرار دیا۔ لیکن انسان کی پیدایش ایسی اعلےٰ ہے کہ اسپر کوئی دوسری مخلوق تسلط نہیں ہو سکتی۔ گوسالہ پرست یہودیوں پر جب سامری کی اعتقادیوں کا غلبہ ہو گیا تو سحر اور بد ارواح کے تصرفات کی بد اعتقادی عوام سے تجاوز کر کے مذہبی حلقوں میں بھی داخل ہو گئی اور حواریوں کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کا یہ ایک نہایت زبردست اور موثر آلہ تھا کہ انھیں بد ارواح اور جنات کے متعلق کوئی شعبدے دکھائے جائیں۔ مگر مسیح اس سے بہت مقدس اور اعلیٰ تھا وہ ایسے گند میں مبتلا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی اسکی نسبت ایسا کرنیکی کوئی پیشگوئی تھی۔ اس لئے یہ تمام معجزات جو بد روحوں کے نکالنے کے متعلق ہیں۔ بناوٹی اور غلط ہیں۔ اور غالی معتقدین کے اپنے پیمانہ میں مسیح کو ناپنے کے اندازے ہیں +

اسی طرح اس زمانہ میں کاہن اور ساحر لوگوں نے منتر جنتر سے لوگوں کی مرضوں کو اچھا کرنے کا رواج دیا ہوا تھا۔ اور انھیں منتری جنتری لوگوں کی پبلک عزت کرتی تھی۔ انجیل نویسوں نے اسی خیال سے مریضوں کو چنگا کرنیکے معجزات گھڑے کہ تا لوگ اُس کی طرف رجوع کریں۔ ورنہ اگر ایک مردہ کے زندہ کرنے اور ایک اندھے کو آنکھیں دینے اور ایک کوڑھی کو تندرست کرنے کے معجزے کو تھوڑے لوگ بھی دیکھ لیتے تو فوراً ہی سب مخالفتیں دور ہو کر یسوع مسیح کی عزت کا سارے ملک میں سکہ بیٹھ جاتا اور صلیب کی مصیبت اُسپر آنے نہ پاتی۔ اور در بدر پھرنے سے وہ بچ جاتا۔ غرض تمام معجزات جو مسیح کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں انجیل نویسوں کی خوش اعتقادیوں کی تصنیف ہیں۔ اور لوگوں کو اپنے مذہب کیطرف مائل کرنے کے لئے حیلے ہیں اور انکے سوائے اور کچھ نہیں +

ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ قریباً ایک معجزے کے ذکر کے ساتھ انجیل نویس یہ بھی لکھتے ہیں کہ بہت لوگ اسکے معتقد ہو گئے۔ اور اگر انکی قیاسی میزان کیجائے تو لاکھوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر تعداد معتقدین اتنی بڑی ہو گئی تھی تو پھر بمقابلہ آبادی علاقہ مخالفین کی کامیابی ناممکن تھی۔ مخالفین کی کامیابی اور مسیح کی باتیں دکھلا رہی ہیں کہ معتقدین کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ انجیلوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد ستر معتقدوں کی ظاہر ہوتی ہے (لوقا ۱۰) پس تعداد محدود کا ثبوت معجزات کے وجود پر لکیر پھیر دیتا ہے +

ایک اور لطیف بات یہ بھی ہے کہ معجزات کے بارے میں انجیل نویس آپ بھی متفق نہیں۔ یوحنا کوئی اور معجزات بیان کرتا ہے اور دوسرے مصنف کوئی اور۔ اور نہ ہی ان معجزات کے وقوع کی شہادت پیش کیجاتی ہے +

ہمارا خیال تھا کہ انجیلی معجزات پر مفصل بحث کیجاتی۔ لیکن بخیال طوالت کسی آیندہ وقت کے لئے چھوڑ کر یہاں صرف اس بات کے اظہار پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ معجزات کسی طرح الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر ان معجزات کو انکی طرف صحیح طور پر منسوب سمجھ لیا جائے تو انکی پاکبازی اور نبوت اور منجانب اللہ ہونیکی حیثیت کا ثبوت دینا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کام کاہنوں اور ساحروں کے ہتکنڈے تھے اور عورتوں کو خوش کرنے کا زمانہ اب گذر گیا +

اسلئے ہم اختصار کے ساتھ یہ بات دکھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ اناجیل اربعہ کو اعتبار کا کیا پایہ حاصل ہے۔ اگرچہ علاوہ اور دلائل کے اناجیل کی کثرت تاو

بار بار کا داخل و خارج اُن کے لئے خصوصیت اور اعتبار کا کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑتا۔ اور نیسیا کی کونسل کا گرجے کے صدر مقام پر رکھنے اور مدفونوں کے دستخط حاصل کرنیکی کارروائی انکی اعتباری ہستی پر پانی پھیر دیتی ہے لیکن چونکہ متاخرین کے عیسائی مذہب کے جہاں کی چاروں سمتیں بقول مشہور و معروف بشپ آئی رینیس ان ہی چار انجیلوں کے ستونوں پر قائم ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ان کے متعلق کچھ اور بھی ذکر کر دیا جائے +

متی کی انجیل

مقدس پاپی اس کی گواہی دیتا ہے کہ متی نے یسوع کی تقریریں عبرانی میں جمع کی تھیں۔ ایسا ہی اور بہت سے بزرگ اسی بات کے مؤید ہیں۔ پھر مقدس جیروم لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں متی کی عبرانی انجیل کو کس نے یونانی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک شخص نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق ترجمہ کیا۔ اب ظاہر ہے کہ اصل عبرانی انجیل دنیا سے معدوم اور یونانی میں ترجمہ کرنے والے کا پتہ ندارد ہے۔ اور آج کل انجیل میں بجائے یسوع کی تقریروں کے اور بہت سی تاریخی اور اعتقادی باتیں درج ہیں۔ اور ترجموں کے تفرقات علیحدہ۔ پھر اسکو اصلی انجیل کیسے مانا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت نہیں کہ یہ انجیل فی الواقعہ متی کی لکھی ہوئی ہے۔ نہ تو متی کی اسپر تصدیق ہے اور نہ کسی اور کی۔ متی کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ اسوقت مرید ہوا۔ جب ۸ بابوں کے واقعات اس سے پہلے ہو چکے تھے۔ کیونکہ متی کا ۹ میں مرید ہونا لکھا ہے۔ لیکن وہ اپنے سے پہلے کے واقعات بھی لکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر یہ انجیل اس نے لکھی ہے تو کوئی واقعہ چشمدید نہیں لکھا بلکہ محض قیاسی اور خیالی باتیں لکھی ہیں +

مرقس

مرقس کی ہستی انجیل نویسی کے میدان میں عدم کے برابر ہے ڈاکٹر سٹراؤس اپنی لائف آف مسیح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ یوزیبی اس نے پاپی اس کی روایت سے لکھا ہے کہ مرقس صرف پطرس کا ترجمان تھا۔ وہ خود مسیح کا کلام سننے والا نہیں تھا۔ نہ کبھی وہ مسیح کے ساتھ رہا تھا۔ پس اسکی تحریر کیونکر یسوع کی اصلی یا الہامی تحریر سمجھی جاوے۔ وہ مسیح کا حواری بھی نہیں +

لوقا

یہ کتاب بھی الہامی اور اصلی نہیں۔ خود مصنف کہتا ہے کہ بہت سی کتابوں اور روایتوں سے اس کتاب کو جمع کیا۔ اسکی کتاب صرف ایک پرائیویٹ مراسلت ہے جو اُس نے اپنے ایک دوست تھیوفیلس نامی کو واقعہ صلیب کے بہت عرصہ بعد لکھی۔ اور ایسے زمانہ میں لکھی جب فرضی انجیل نویسی کی ہوا دماغوں میں سما رہی تھی۔ اس کا ذکر اُس نے اپنی کتاب کے شروع میں کیا ہے۔ پس جبکہ اُس کا ماخذ وہ بہت ساری کتابیں تھیں جنکو متاخرین عیسائیوں نے غیر معتبر قرار دیکر مسترد کر دیا تو پھر اسکی کتاب کو کیوں معتبر سمجھا جاوے۔ اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اُس نے کسی حواری سے اپنی کتاب نقل کی ہو۔ اور وہ خود بھی مرقس کی طرح نہ مسیح کے دیکھنے والا اور نہ اسکی صحبت میں رہنے والا تھا بلکہ بہت بعد ایمان لایا تھا اور پولوس کا رفیق اور شاگرد تھا۔ شروع کتاب میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدایش۔ مسیح کی پیدایش مریم کا حاملہ ہو کر ذکریا کی بی بی سے ملنے کا واقعہ وغیرہ باتیں سب قصص کا سبق ہیں۔ ایسے ہی دوسرے باب میں مسیح کی پیدایش بیت اللحم میں۔ اور گڈریوں پر جنگل میں فرشتوں کا نمودار ہو کر اُن کو بتلانا

کہ مسیح تمہارا نجات دہندہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور شمعون کا مسیح کو اٹھا کر اسکی بزرگی لوگوں کو بتانا۔ اور مسماۃ انا نا نبیہ کا مسیح کا حال لوگوں کو بتانا محض بناوٹی قصص ہیں کیونکہ ان سے پایا جاتا ہے کہ یسوع کی مسیحیت بہت مشہور ہو چکی تھی۔ مگر مرقس ۱/۳ و ۸/۲۹ اور لوقا ۹/۱۸ و ۹/۲۰ اور یوحنا ۷/۳ اور متی ۱۶/۱۳ اسکی تردید کرتے ہیں۔ غرض لوقا کی تحریر کسی طرح مسیح کی اصلی الہامی انجیل نہیں ہو سکتی۔ اور پولوس کی دوستی اس کے اعتبار کو بالکل زائل کر دیتی ہے +

یوحنا دراصل یہ انجیل عیسائی دین کا رکن اعظم سمجھی جاتی ہے کیونکہ یوحنا رسول کیطرف منسوب کیجاتی ہے۔ لیکن دراصل یہ انجیل مصنوعی ہے۔ اور یوحنا رسول کی لکھی ہوئی نہیں۔ اسکے مختصر وجوہات یہ ہیں +

(۱) ابتدائی زمانہ کے کسی مصنف **ٹماشین۔ مقدس** پاپی اس اور خود یوحنا کے شاگرد پاپی کارپ نے اس انجیل کے وجود کا ذکر تک بھی اپنی تصانیف میں نہیں کیا۔ اگر یہ انجیل اسوقت موجود ہوتی تو ضرور تھا کہ پہلے لوگ اس کا بھی ذکر کرتے۔ کیونکہ انھوں نے تمام مستند اور غیر مستند انجیلوں کے نام لکھے ہیں +

(۲) یہ انجیل بیان واقعات اور تعلیم یسوع اور اختیار عقائد میں ہر طرح پہلی تین انجیلوں کے مخالف ہے۔ حسب تسلیم ہر سہ اناجیل یسوع مسیح اصولاً اعمال صالحہ کا معلم اور شریعت موسوی کی ابدی کا مؤکد ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ انجیل مسیح کی قدرت اور الوہیت اور کلمہ کی فلسفی کی ایجاد کے بغیر اور کچھ تعلیم نہیں کرتی +

(۳) اس انجیل کے ۲۱ باب ہیں۔ ان میں سے ۱-۲-۳-۵-۷-۸-۹-۱۰-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۲۱ کل تیرہ باب تو پہلی انجیلوں سے بالکل مختلف ہیں اور باقی آٹھ ابواب میں کچھ کچھ اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور وہ بھی دور از قیاس باتوں میں +

(۴) پہلی انجیلیں مسیح کو انسان سمجھتی ہیں اور اسکی پیدایش کا حال لکھتی ہیں اور اس کا نسب نامہ دیتیں اور اس کو یوحنا سے بپتسمہ دلواتیں۔ اور شیطان سے امتحان کراتی ہیں۔ لیکن یہ انجیل اسکی الوہیت کے فرضی خیال میں سرشار ہو کر ان باتوں کو معارض الوہیت سمجھکر بیان نہیں کرتی +

(۵) اس انجیل میں بہت باتیں ایسی لکھی ہیں کہ جو پہلی تین انجیلوں میں مذکور نہیں۔ اس مخالفت کی عیسائی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ انجیل پہلی تین انجیلوں کا تتمہ اور ضمیمہ ہے لیکن اگر یہ بات صحیح ہوتی تو پھر بعض امور جو ان انجیلوں میں درج ہیں ان کا اعادہ کرنا اسکی لغویت کا مصداق ٹھیرتا ہے علاوہ بریں یہ ان کا تتمہ ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یوحنا ۲۱/۲۵ میں لکھا ہے کہ "اور بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں انکے لئے دنیا میں گنجایش نہ ہوتی"۔ لیکن دوسرے کسی نے ایسا نہیں لکھا بلکہ لوقا ۱/۱ سے ظاہر ہے کہ اس نے سب باتوں کا سلسلہ شروع سے دریافت کر کے ترتیب دیا ہے۔ اس صورت میں یوحنا کی انجیل پہلی تین انجیلوں کا تتمہ کس طرح ہو سکتی۔ کیونکہ پہلوں نے اپنا کام مکمل کیا اور یہ سنت کہتا ہے کہ میرا کام ابھی ناتمام ہے اور اس کا پورا ہونا ممکن نہیں +

(۶) سنہ ۱۶۰ء میں یوحنا کے شاگرد پاپی کارپ بشپ سمرنا نے اپنے مباحثہ ہمراہ بشپ روم مسمی انیسٹس میں ثابت کیا کہ یوحنا رسول اور دوسرے رسولوں کے ساتھ ایسٹر کا تیوہار۔ یہودیوں کی عید فسح کے دن کرتا رہا ہوں۔ اور پہلی تین انجیلیں اسکی مؤید ہیں۔ دیکھو متی ۲۶/۲۶ و مرقس ۱۴/۱۲ و لوقا ۲۲/۱۴۔ لیکن یوحنا کی انجیل ان سب کی مخالفت کرتی ہے +

(۷) پہلی تین اناجیل سے بحوالہ متی ۱۵/۲۴ و ۱۰/۵ اور مرقس ۷/۲۴ ثابت ہے کہ مسیح کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے محدود تھی لیکن یوحنا ۳/۱۶ و ۱۲/۲۰ و ۱۰/۱۶ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجیل کا مصنف یسوع مسیح کی رسالت کو غیر محدود بیان کرتا ہے اور بنی اسرائیل کو بہت حقارت سے دیکھتا ہے +

(۸) مشہور و معروف ڈاکٹر رینن جرمن محقق مسیحی نے اپنی کتاب تاریخ مذہب مسیحی میں کئی جگہ ثابت کر دیا ہے کہ دراصل یہ انجیل جسکو یوحنا کیطرف منسوب کیا جاتا ہے ایک مسیحی بزرگ یونس نامی کی تصنیف ہے۔ اور اس کو معتبر بنانے کی غرض سے یوحنا رسول سے منسوب کر دیا ہوا ہے +

حقیقت میں یونس بزرگ فیلو جوڈیس فلاسفر سکندریہ جو افلاطون ثانی کے نام سے موسوم تھا اُس کے خیالات کا متبع تھا۔ اس نے دنیا میں کلمہ کے مسئلہ کو رواج دیا جسکو مصنف انجیل یوحنا نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اُس کا خیال تھا "خدا سے کلمہ پیدا ہوا۔ اور کلمہ سے تمام جہان۔ ایسا ہی محقق رینن نے اپنے مسیحی مذہب کی تاریخ کی چھٹی جلد میں فلاسفر ایریسٹائیڈ کا مقولہ نقل کیا ہے" وہ کلمہ اپنے باپ میں رہتا ہے۔ بالکل اسکی ذات سے متحد ہے۔ اس میں زندہ ہے۔ اُس کا رفیق اور مشیر ہے۔ اسکے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے آسکے حکموں کے بجا لانیوالا وزیر اعظم ہے۔ بالکل اُسی کی مرضی پر چلتا ہے یہاں تک کہ باپ کے سارے کام اُسی بیٹے کلمہ کیطرف منسوب ہو سکتے ہیں" مصری کی فلاسفی بھی اُسی کے قریب قریب تھی وہ کہتے تھے کہ "خدا سے کلمہ پیدا ہوا اور کلمہ سے سارا جہاں اور وہی کلمہ سارے جہان کی زندگی اور روشنی ہے" مگر کلمہ کا یہ فلسفہ پہلی تین انجیلوں میں پایا نہیں جاتا +

یہ تو بہت مختصر باتیں لکھی گئی ہیں لیکن ایک عقلمند انسان انہی باتوں سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ انجیل جسکو یوحنا کی انجیل کہتے ہیں درحقیقت یوحنا رسول کی تصنیف نہیں۔ اور جیسا کہ محقق رینن کی تحقیقات سے ثابت کیا گیا ہے بزرگ یونس مسیحی کی تصنیف ہے۔ تو پھر عیسائیوں کے اپنے اعتقادی پہلو سے بھی یہ انجیل کسی طرح معتبر شمار نہیں ہو سکتی +

انجیلوں کی تحقیقات کے اتنے بڑے گرداب میں سے گزرنے کے بعد ایک نہایت اہم امر پر توجہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیونکہ انجیل یا انجیلوں کی صحت یا عدم صحت کا مسئلہ عیسائیوں میں اگرچہ ابتدائی زمانہ سے ہی زیر غور چلا آتا ہے۔ لیکن تحقیق اناجیل کے متعلق جسقدر کوشش اور مال اگلے پچھلے عیسائیوں نے خرچ کئے ہیں وہ سب کے سب رائگان اور فضول گئے ہیں کیونکہ انھوں نے باوجودیکہ بیسیوں قسم کے عقیدے تصنیف کئے اور اُنکی تائید میں انجیلوں اور پرانے عہدناموں میں ترمیم و تجدید و تحریف کے بڑے بڑے تصرفات کے گناہوں کا ارتکاب بھی کیا۔ لیکن انجیل کی حیثیت قائم کرنے سے قاصر رہے۔ آجتک جتنی حقیقاتیں انھوں نے انجیلوں کے متعلق کی ہیں وہ سب اس مفہوم کے ماتحت کی ہیں کہ گویا انجیل بھی عام انسانی کتابوں کیطرح ایک یا کئی معمولی کتابوں کا نام ہے۔ زیادہ سے زیادہ حیثیت

جو کسی بڑے خدا خوف عیسائی نے انکی سمجھی ہے وہ دوسری معمولی الہامی کتابوں کے مساوی ہے +

لیکن ان میں سے کسی نے بھی انجیل کے پوزیشن کو صاف اور صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ کیونکہ انجیل اور دوسری الہامی کتابوں کی حیثیتوں میں بہت بڑا فرق تھا۔ عیسائی اعتقاد کی رو سے جن لوگوں پر دوسری الہامی کتابیں نازل ہوئیں وہ انسان اور نبی تھے۔ اور سب کے سب گنہ گار اور بیمار تھے۔ انکو خدا کے ساتھ وہ رشتہ نہ تھا جو مسیح کو خدا کے ساتھ رشتہ تھا۔ کیونکہ مسیح خدا تھا۔ پس جبکہ مسیح خدا تھا تو اسکی انجیل تمام دوسروں کی کتابوں سے بالکل جُدا اور خاص قسم کی اعلیٰ وارفع حیثیت رکھتی تھی۔ اور اس حیثیت میں اُس کا مسیح کی لاشریک حیثیت کیطرح کوئی دوسری کتاب یا کوئی دوسرا الہام شریک اور مثیل ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تھا +

اس لئے عیسائیوں نے اپنی بے سمجھی سے ایسے انسانی تصرفات کو انجیل کی شان میں دخل دیکر ایک تو بڑے درجے کی بے ادبی کا ارتکاب کیا اور دوسرے اپنے لئے خطرناک مشکلات کا رستہ کھول دیا +

۱- دراصل انجیل خدا کا کلام تھا جیسا کہ بار بار عیسائی اناجیل سے ثابت ہے اور یوحنا کے پہلے باب کے رو سے خدا کا کلام خدا سے جدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ یسوع مسیح خدا تھا۔ اسلئے خدا کے کلام (انجیل) کا خدا سے جدا ہونا ناممکن نہیں ہو سکتا تھا پس جہاں وہ خدا گیا کلام بھی وہیں اُسکے ساتھ گیا کلام اسکے پیچھے نہیں رہا +

۲- خدا بے مثل اور لاشریک ہے اس لئے اُس کا کلام بھی بے مثیل اور لاشریک تھا۔ اور اس لئے اُس لاشریک کلام کو عام انسانی کلام کا مشابہ سمجھنا اور اس کا کسی طرح سے کسی کو شریک بنانا جائز نہ تھا کیونکہ اُس کا شریک اور ثانی ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور انسانی فہم وعقل بُت گر کیطرح اس کا شریک بنانے میں غلطی کی مرتکب تھی +

۳- جبکہ یہ خداوند یسوع کا کلام اُسکے ساتھ تھا۔ اور وہ خداوند دنیا میں نہیں تھا۔ تو اُسکی تائید اور ثبوت میں عام نبیوں کی الہامی کتابوں میں سے اقتباس اور حوالے دینا گناہ تھا۔ کیونکہ آسمانی چیز زمینی چیز کی مدد کی محتاج نہیں کہاں خداوند یسوع مسیح کا کلام۔ اور کہاں موسیٰ اور دوسرے نبیوں کی کتابیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ خداوند یسوع مسیح کا کلام جو اپنی نرالی کیفیت رکھتا تھا اور جس کا سمجھنا انسان کے ادراک سے بالاتر تھا اُس کو انسانوں کی طبیعتوں کے قالب میں ڈھالنا اور عام کتابوں کی طرح اسکی تحقیقات میں چھان بین کرنا اور اسکی نقل کو ممکن سمجھنا۔ اور کسی انسانی تصنیف کا وہ نام رکھنا ظلم عظیم تھا +

اگر وہ تمام کارروائیاں جو ۱۹۰۰ برس میں انجیل کی تحریر۔ اور تحقیق اور اسکی صورت اور شکل کے معین کرنے کے متعلق عیسائیوں نے کی ہیں جائز بھی جائیں تو انجیل خدا کا کلام نہیں ٹھیرتی۔ اور اگر انجیل خداوند یسوع مسیح کا کلام تھا تو جو کچھ عیسائیوں نے آجتک کیا ہے وہ سب عبث اور رائگان اور غلط تھا اور تا تبدیل حالت رائگاں رہے گا +

اسبات سے قطع نظر کرکے جب ہم مسیح کو مرسلانہ حیثیت سے بلند نہیں دیکھتے تو اُسکی کتاب عام الہامی کتابوں کے طبقہ سے متجاوز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اُسکی شناخت اور تحقیق کے لئے وہی اُصول مدنظر رہنے چاہئیں تھے جو الہامی کتابوں کے لئے مقرر ہیں۔ اُن اصول میں ایک بڑی بات اصل الہامی کتاب کی تشخیص اور حفاظت کا کام تھا +

الہامی کتاب کی تشخیص کرنے میں وہی کتاب اصلی الہامی سمجھی جاتی ہے جس میں اصل الہام کے سوائے اور کوئی بات کسی غیر اللہ کی درج نہ ہو۔ اور صرف الہام الٰہی اپنے اُنہی الفاظ میں بلا کم و کاست اور بلا تغیر و تبدل محفوظ طور پر اُس میں درج ہو۔ کسی الہام کا ترجمہ الہام نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ترجمہ کی حفاظت سلسلہ حفاظت الہامی کتب میں محض بے حقیقت شے ہے +

لیکن موجودہ انجیلیں نہ تو عیسائیوں کے غالی اور وہمی عقیدہ الوہیت مسیح کے پہلو سے صحیح اور اصلی مانی جا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی اصل الہامی حیثیت کے پہلو سے انکو محفوظ مانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں اصل الہام محفوظ نہیں اور غیر اللہ کے ہاتھوں سے پامال ہیں۔ اور اصل ..... زبان کو چھوڑ کر غیر زبانوں میں ترجمے ہیں +

عیسائیوں نے انکی کسی حیثیت کو برقرار نہیں رکھا۔ بلکہ اسے معمولی طبقہ کی انسانی تصانیف میں افتراء کی ایجاد کا ایک عجیب ذریعہ بنایا۔ کیونکہ سوائے اسکے بہت شاذ ایسی مذہبی اصولی کتابیں ہونگی جنکو اس قسم کے بُرے دن دیکھنے نصیب ہوئے ہونگے۔ کہ لکھی کسی نے اور نام کسی کے مشہور کردی +

ان کتابوں کی مجموعی حالت مسیحی بزرگوں کی اندرونی شہادت سے ہی ناقابل اعتبار ٹھیرتی ہے۔ چنانچہ فاضل ایرچن اپنی کتاب دی پرل سیی اس کے چوتھے حصے میں لکھتا ہے۔ "کتب مقدسہ کے تاریخی حصے میں بعض باتیں تاریخی واقعات کی طرح سے لکھی گئی ہیں جو کبھی وقوع میں نہیں آئی تھیں اور جن کا واقعہ ہونا ممکن نہیں تھا۔ اور بعض ایسی چیزیں بیان ہوئی ہیں کہ جن کا وقوع تو ممکن تھا لیکن حقیقت میں واقعہ نہیں ہوئیں" ایسا ہی مقدس ہلیری حاشیہ انجیل متی میں لکھتا ہے کہ "عہد جدید میں بہت سارے تاریخی حالات کے فقرے لکھے ہیں جنکے لفظی معنے لئے جائیں تو بالکل واقعہ اور سمجھ کے برخلاف ہے"۔ پھر مقدس اگسٹس اپنی کتاب مسائل مختلفہ کے نمبر ۶۴ میں لکھتا ہے ہمارے نجات دہندے مسیح کے کام اور معجزے معمات سے پُر ہیں۔ اگر اُنکے سرسری طور سے لفظی معنے لئے جائیں تو بڑی غلطی اور خطائیں واقعہ ہونگی۔ اسی طرح ڈاکٹر مل نے اپنی کتاب میں یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ "شہنشاہ اناس ٹاسر کے حکم سے عہد جدید کی کتابیں جو بیوقوف مصنفان اناجیل کی لکھی ہوئی تھیں صحیح اور ترمیم کی گئی تھیں +

اسی طرح آئی رینیس اور ٹرٹولین کے جوابات اور پارسٹین کے تحریرات سے ثابت ہے کہ وہ تمام لوگ اصلی انجیلوں میں تغیر اور تحریف کرنے کے ثابت شدہ ملزم تھے۔ مارسئین جو دوسری صدی میں ایک بڑا فاضل راہب اور ایک فرقہ کا بانی ہوا ہے اُس نے تمام اناجیل کو فرضی اور غلط ثابت کیا ہے۔ صرف لوقا کی انجیل میں اُس نے خود بہت تبدیلیاں اور ترمیمیں کیں۔ لیکن یور اور رشل نقادین اناجیل نے ثابت کیا ہے کہ مارسئین کی انجیل اصلی تھی اور لوقا کی انجیل اُس میں سے نکالکر بنائی گئی تھی +

غرض ان باتوں سے ثابت ہے کہ یہ چاروں انجیلیں اپنی روایتوں کی کمزوری اپنے اندرونی اختلافات اور ایک دوسرے سے تضاد اور غلط واقعات کے اندراج

اور عقائد کے جھوٹے اور فرضی فلسفیوں کے رواج اور مصنفین کی تعیین میں بے اعتباری اور غلط فہمیوں کی وجہ سے ہر طرح ناقابل اعتبار ہیں اور اس لئے اُنکی سچائی پر ایمان لانا راست بازی اور خداترسی کے برخلاف ہے +

لیکن افسوس یہ ہے کہ یہی چار ستون ہیں جنپر بقول مقدس آئی رینئر وغیرہ مسیحی دین کی عمارت کھڑی ہے۔ اور یہی چار چیزیں ہیں جنکو عیسائی عقائد اپنے مذہب کی زندگی کے چار عنصر خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن میں سے کوئی ایک ستون گر جائے یا کوئی عنصر ضائع ہو جائے تو عیسوی مذہب کی عمارت تباہ ہو جائے اور اُسکی ہستی برباد ہو جائے مگر مذکورہ بالا شہادتوں سے کافی طور سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ستون ریت کے بنائے ہوئے تھے اور یہ عنصر وہمی تھے۔ اس لئے وہ ستون ہوا کے چلنے سے گر گئے ہیں اور عنصر اُڑ گئے ہیں۔ لیکن تاہم عیسائی صاحبان کے مسلمات ہونیکی حیثیت سے ہم مسئلہ الوہیت مسیح پر انہی کتابوں کی رو سے غور کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اناجیل کی بے اعتباری کے خیال سے ہماری رائے بدل گئی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ جو بات روز روشن کیطرح ثابت ہے اُس سے بدون اسباب کے کہ فریق ثانی کیطرف سے کافی جواب ملجائے (جو نا ممکن ہے) اُسے بدلنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ ہم مسیحی بزرگوں سے باصرار درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی اناجیل کے پایۂ اعتبار کی تائید میں جو ثبوت رکھتے ہیں وہ مہربانی کرکے ہمیں بھیجیں۔ اُس پر ہم غور کرینگے +

معزز پادری ٹامس ہاول صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ تمام انجیلیں الوہیت مسیح کے ثبوت سے بھری پڑی ہیں اور اُنھوں نے بعض مقامات سے حوالے بھی دیئے ہیں۔ لیکن ہم نے ان انجیلوں کو غور سے پڑھا ہے ہمیں تو کسی جگہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان انجیلوں سے مسیح کی الوہیت ثابت ہے +

عیسائی صاحبان خود تو خدا کو عدل کے بہانے میں ایسا وزن کرتے ہیں کہ اُسکے تمام اختیار اور اقتدار کو چھینکر اُس کو مسند معدلت کے تنگ دائرے میں محدود کرتے ہیں لیکن اُسی عدل پر خود عمل کرنا ایک لمحہ کے لئے پسند نہیں کرتے۔ جس طرح انھوں نے اناجیل کی اصلیت پر غور کرتے ہیں عدل سے کام نہیں لیا۔ اسی طرح اُنکی عبارتوں کا مطلب سمجھنے میں بھی اعتقادی غلو کے نیچے بزدلی سے دب کر عدل اور انصاف سے کام نہیں لیا۔ اور یہ انکی موروثی عادت ہے جو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں +

الوہیت کے دعوے کیلئے یسوع کی اپنی شہادت کی ضرورت

کسی دعوے کے سچے اور جھوٹے ہونے کی تحقیقات کے لئے انصاف کا عام اور مسلمہ تقاضا یہ ہے کہ دعوے کرنیوالا اسکو اپنے صریح الفاظ میں بیان اور تصدیق کرکے پیش کرے۔ اور پھر اُسپر شہادت دے۔ جس دعوے کو مدعی اپنے الفاظ میں پیش نہیں کرتا۔ وہ قابل تسلیم تو کیا اتنا پایہ بھی نہیں رکھتا کہ اسکی تحقیقات کرنے کیطرف توجہ کیجائے اسی طرح الوہیت کے دعوے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود مدعی یعنی مسیح سے اپنے صریح الفاظ میں اسکے پیش ہونے کا ثبوت ضروری ہے۔ اور اسکے بعد اسکی تائید اور تصدیق میں شہادت بہم پہنچانا ضروری ہے جبتک یسوع مسیح الوہیت کا دعویٰ آپ پیش نکرتے اور اس پر اپنی تصدیق اور شہادت نہ دے اُس وقت تک اس دعوے کو معرض تحقیق میں لانا ہی معقول نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسا مسلم اصول ہے کہ عیسائی دین کی بنیاد کو یسوع مسیح نے خود اسپر رکھا ہے اور اپنے دعووں کے لئے اپنی تصدیق اور شہادت کو ایک نہایت اہم اور قطعی اور فیصل کُن جزو قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب فریسیوں نے اس کو کہا کہ تو اپنی گواہی آپ دیتا ہے۔ تیری گواہی سچی نہیں۔ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں لیکن میری ہی گواہی سچی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں۔ لیکن تم کو معلوم نہیں الخ (یوحنا ۸/۱۳-۱۴) پھر دوسری جگہ کہتا ہے "تمہاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی ملکر سچی ہوتی ہے۔ پس ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ نے جس نے مجھے بھیجا۔ میری گواہی دی (یوحنا ۵) +

انجیلوں کی ان باتوں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ اپنے دعووں کی تصدیق کو یسوع اپنی شہادت پر منحصر کر دیتا ہے۔ اور اسکی تائید میں اپنا علم اور دوسروں کی بے علمی ایک وجہ موجہ قرار دیتا ہے۔ اور آگے چلکر اپنی اور خدا کی گواہی کو ناطق اور قطعی بیان کرتا ہے۔ ان آیات کے الفاظ صاف اور واضح ہیں اور کسی تفسیر کے محتاج نہیں۔ پس حامیان الوہیت مسیح اس مسئلہ پر لوگوں سے غور کرنے کی اُسوقت درخواست کر سکتے ہیں جب پہلے وہ پورے مومنانہ وقار کے ساتھ صحیح اور معتبر اسناد سے مسیح کی زبان سے الوہیت کا دعوے اور خدا اور مسیح کی اسپر گواہی پیش کریں۔ اور ان شہادتوں سے لوگوں کو یقین کرا دیں کہ یہ دعوے فی الحقیقت یسوع نے آپ بھی صریح الفاظ میں کہا اور خدا اور یسوع نے خود اس پر گواہیاں دی ہیں۔ اور یہ سب صحیح اور متواتر روایتوں اور شہادتوں سے ثابت ہونا چاہیئے۔ لیکن صحیح اور متواتر روائتیں اور شہادتیں تو کیا۔ موجودہ گری ہوئی چاروں انجیلوں میں سے ہی یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ یسوع مسیح نے کہیں یہ کہا ہو کہ "میں اللہ یا خدا ہوں" اور "میری خدائی اور الوہیت پر تم ایمان لاؤ" +

پس جب یسوع نہ تو اپنی الوہیت کا آپ دعویٰ کرتا ہے اور نہ ہی اُس کے ثبوت میں اپنی اور خدا کی گواہی پیش کرتا ہے تو پھر دوسرے لوگوں کے کہنے پر اُس کو خدا نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایسا کرنا تو نہایت درجے کی حماقت اور جہالت کا کام ہے۔ اور حسب منشائے حوالہ جات بالا یعنے یوحنا ۸/۱۳-۱۴-۱۷ الوہیت کا عقیدہ بالکل بے بنیاد اور غیر ثابت شدہ قرار پاتا ہے +

یسوع کو الوہیت خدا کی طرف سے نہ ملی اور اس لئے اُسنے بیان نہ کی

انجیلوں میں یسوع بار بار یہی کہتا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ خدا سے جو سُنتا ہوں کہتا ہوں۔ وہ اپنا منصب پیغام رسانی بار بار پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ "جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے اور جو میں نے اُس سے سُنا ہے وہ دُنیا سے کہتا ہوں" (یوحنا ۸/۲۶) "کیونکہ جسے خدا نے بھیجا وہ خدا کی باتیں کہتا ہے" (یوحنا ۳/۳۴) "یسوع نے اُن سے کہا میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں۔ اور اُسی کا کام پورا کروں (یوحنا ۴/۳۴) "میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا × × × × کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں" (یوحنا ۵/۳۰) "کیونکہ میں آسمان سے اس لئے نہیں اُترا کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کروں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق (یوحنا ۶/۳۸) "کیونکہ جو کلام تُو نے مجھے پہنچایا وہ میں نے اُنکو پہنچایا" (یوحنا ۱۷/۸) ان تمام عبارتوں سے ظاہر ہے کہ یسوع خدا کا حکم دُنیا کو پہنچانے کے متعلق کہتا ہے کہ میں نے وہ تمام باتیں جو خدا نے دیں لوگوں کو پہنچا دی ہیں۔ اوّل تو اُسکی یہ حیثیت نقیض الوہیت ہے۔ کیونکہ اگر وہ خود خدا ہوتا۔ تو پھر خدا کی پیغام رسانی کیسی تھی۔ لیکن ان باتوں سے درگذر کرکے ہمارا مطلب ان حوالوں سے یہاں یہ بات دکھانا ہے کہ مسیح گواہی دیتا ہے کہ اُس کو جو باتیں خدا سے پہنچیں۔ وہ تمام باتیں لوگوں کو پہنچا دیں اب اگر الوہیت بھی اُس کو خدا سے ملی ہوتی تھی تو ضرور تھا کہ اُس کو بھی وہ صریح لفظوں میں لوگوں کو پہنچاتا۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ اُس نے کبھی اپنی الوہیت کا وعظ لوگوں کو کیا ہو۔ اُس سے ظاہر ہے کہ الوہیت اُس کے منعمات کا کوئی جزو نہ تھی۔ اور عیسائی ادعائے الوہیت مسیح غلط اور بے بُنیاد ہے۔ یسوع مسیح اپنے افعال۔ اعمال اور کلام سے جو ان انجیلوں میں اُسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جا بجا اپنے آپ کو خدائی سے جُدا اور خدا کا ایک خادم بندہ اور اُس کا بیٹا کہتا ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو اپنے آپ کو اس سے بھی نیچے گراتا ہے اور ہر قسم کی خارجی شہادتیں اُس کی حیثیت اس سے زیادہ ثابت نہیں کرتیں +

اکلوتے اور خدا کے بیٹے کی تشریح

قبل اسکے کہ ہم انجیلی اقتباسات سے مسیح کی حیثیت کے ثبوت مستنبط کرکے ناظرین کے سامنے رکھیں یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بات ظاہر کر دیں کہ الوہیت مسیح کے ثبوت کے سلسلے میں الفاظ "اکلوتا" اور "خدا کا بیٹا" وغیرہ مسیح کی نسبت بیان کرکے عیسائی لوگ عموماً پبلک کو دھوکہ دینے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ الفاظ الوہیت کے دعوے کی خود تردید کرتے ہیں +

جن الفاظ غیر معمولہ کا یسوع مسیح کو مستحق قرار دیتے ہیں انکی تمہید میں عیسائی لوگ اُس کو "اکلوتا" ثابت کرنے کی بہت کوشش کیا کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یسوع مسیح نہ تو روحانی طور پر اکلوتا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی جسمانی طور پر انجیلیں اُس کو اکلوتا بننے دیتی ہیں +

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اکلوتا اُس بیٹے کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ کے ہاں اس کے سوائے کوئی اور بیٹا نہ ہو۔ یسوع مسیح کی بموجب مسلمات نصاریٰ تین قسم کی نسبت ولدیت تھی +

مسیح کا اکلوتا نہ ہونیکے وجوہات

۱- یہ کہ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا تھا +
۲- یہ کہ وہ یوسف نجار کا اکلوتا بیٹا تھا +
۳- یہ کہ بنی اسرائیل کے گھرانے کا تھا اور نبی یا خدا کا بیٹا ہونے میں فرد تھا۔ اور اس لئے اکلوتا تھا +

خدا کو باپ۔ اور انسان کو خدا کا بیٹا کا رواج عہدناموں میں اور مسیح کا اکلوتا نہونیکی پہلی شق

ہم نے ان تینوں حیثیتوں کے پہلو سے اناجیل کو دیکھا ہے لیکن مسیح ان میں کسی طرح اکلوتا ثابت نہیں ہوتا۔ اس جگہ ان پہلوؤں کا ذکر کرنے سے پہلے ہم "خدا کے بیٹے" کے استعمال کے متعلق کچھ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے عیسائی لوگ پبلک کو مسیح کی الوہیت کا دھوکہ دیا کرتے ہیں۔ دراصل خدا کو باپ اور انسان کو خدا کا بیٹا کہنا پُرانے عہدنامے کا عام محاورہ ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر پُرانے عہدنامہ میں خدا کا لفظ بھی انسان پر بولا گیا ہے۔ جیسا کہ "پھر خداوند نے موسےٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے **خدا سا** بنایا اور تیرا بھائی تیرا پیغمبر بنایا" (خروج ۷/۱) اور تو اُس کے لئے خدا کی جگہ ہوگا (خروج ۴/۱۶) میں نے کہا تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو (زبور ۸۲/۶) +

ایسا ہی پُرانے عہدنامہ میں اکثر جگہوں میں انسان کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جیسا کہ "خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں" (پیدائش ۶/۲) تب تو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے +

میں اسرائیل کا باپ ہوں افرائیم میرا پہلوٹھا ہے (یرمیا ۳۱/۹) +

میں اُسے اپنا پہلوٹھا بھی ٹھیراؤں گا (زبور ۸۹/۲۷) +

وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائے گا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اس کا باپ ہوں گا (۱ تواریخ ۲۲/۱۰) +

تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو (استثنا ۱۴/۱) +

مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پرانے عہدنامہ میں اپنے مقرب اور پیارے بندوں کو **خدا سا۔ خدا۔ خدا کا بیٹا** عام کہتا ہے۔ نئے عہدنامے کے مصنفوں نے بھی اُس محاورہ کو استعمال میں لیکر مقربین الہٰی کو بیٹا کہا۔ یہ کوئی اصطلاح مسیح کے لئے بنائی نہیں گئی تھی

بلکہ ہر ایک مقرب کو خدا کا بیٹا عام طور پر کہا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح خود کہتا ہے +

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے" (متی ۵/۹) +

"تاکہ وہ تمہارے اچھے کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے بڑائی کریں" (متی ۵/۱۶) +

"تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھیرو" (متی ۵/۴۵) +

"پس تم جو کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے" (متی ۵/۴۸) +

"نہیں تو تمہارے آسمانی باپ کے پاس تمہارے لئے کچھ اجر نہیں" (متی ۶/۱) +

"اس صورت میں تیرا آسمانی باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے بدلا دیگا" (متی ۶/۴و۶) باب +

"تمہارا آسمانی بھی تمہیں معاف کرے گا" (متی ۶/۱۴) +

"تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف کرے گا" (متی ۶/۱۵)

"تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے" (متی ۶/۱۷و۱۸) +

"تمہارے آسمانی باپ کو معلوم ہے" (متی ۶/۳۲) +

"تو تمہارا آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں ضرور ہی دیگا" (متی ۷/۱۱) +

"اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو۔ کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے" (متی ۲۳/۹) +

یہودی کہتے ہیں "ہمارا ایک باپ ہے یعنے خدا" (یوحنا ۸/۴۱) +

"بلکہ اس واسطے بھی کہ خدا کے پراگندہ فرزندوں کو جمع کرکے ایک کر دے" (یوحنا ۱۱/۵۲) +

ان تمام اقتباسات سے روشن ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی ان مسلّمہ انجیلوں میں خدا کو آسمانی باپ عام طور پر کہا جاتا ہے اور اسکی کوئی تخصیص کسی کی شخصیت کے ساتھ نہیں رکھی گئی۔ چنانچہ عام دعاؤں میں بھی خدا کو "اے ہمارے باپ جو تو آسمان میں ہے" (متی ۶/۹) اسے باپ تیرا نام پاک مانا جائے (لوقا ۱۱/۲) باپ کہنا مسیح نے تعلیم کیا ہے) اسی طرح نیک کام کرنیوالوں کو مصنفین اناجیل نے بزبان یسوع مسیح خدا کا بیٹا عام طور پر کہا ہے۔ پس خدا رسیدہ لوگوں کو "خدا کا بیٹا" اور "خدا کو اُن کا باپ" نئے پُرانے عہد ناموں کا ایک عام محاورہ ہے۔ اور مسیح نے خود اسبات کی تشریح کر دی ہے کہ جو لوگ صلح کراتے ہیں وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے۔ جس سے ظاہر ہے کہ خود یسوع مسیح صلحکاری اور نیکی کرنیوالوں کو خدا کا بیٹا کہتا ہے۔ پس جو شخص خدا کا بیٹا کہلا سکتا ہے وہ الوہیت کی کسی جزو کا حقدار نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح مسیح بھی ایک ایسا ہی مقرب تھا جس کو خدا کا بیٹا کہا گیا۔ اور وہ اس پہلو سے اکلوتا نہ تھا۔ کیونکہ بیشمار لوگ خدا کے بیٹے تھے +

مسیح کا اکلوتا نہونیکی دوسری شق

دوسری صورت اکلوتا ہونیکی یہ تھی کہ یوسف کے ہاں صرف وہی ایک بیٹا ہوتا۔ اور دوسرا کوئی بیٹا اُسکے ہاں نہ ہوتا۔ لیکن ان انجیلوں میں لکھا ہے کہ یوسف جو والد یسوع کہلاتا تھا۔ اسکے ہاں اور بھی بہت بیٹے اور بیٹیاں تھیں چنانچہ لکھا ہے

"پس اسکے بھائیوں نے اُس سے کہا" (یوحنا ۷/۳) +

"کیونکہ اُسکے بھائی بھی اُسپر ایمان نہ لائے تھے" (یوحنا ۷/۵) +

"لیکن جب اسکے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا" (یوحنا ۷/۱۰) +

"پھر اسکی ماں اور بھائی اسکے پاس آئے" (لوقا ۸/۱۹) +

اُسکی ماں کا نام مریم اور اسکے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ اور اسکی سب بہنیں (متی ۱۳/۵۵) +

مریم کا بیٹا۔ اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے۔ (مرقس ۶/۳) +

یہاں انجیلوں کی شہادت سے ثابت ہے کہ یوسف کے ہاں اور بھی لڑکے تھے اور یسوع اُن کا بھائی تھا۔ پس اس پہلو سے بھی وہ اکلوتا نہ تھا +

انجیلوں سے مسیح کا باپ

اس جگہ شائد عیسائی صاحبان یہ پیش کریں کہ یسوع مسیح بن باپ تھا۔ ہم اپنی تحریر کو ان انجیلوں کے دائرے میں محدود رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ تحقیقات کو ان ہی اناجیل اربعہ کے نقطہ خیال سے شروع کیا ہوا ہے۔ ان انجیلوں سے یسوع مسیح بن باپ ثابت نہیں ہوتا۔ پہلے تو نسب نامہ میں ہی اُس کا والد یوسف ہونا دکھاتے ہیں۔ پھر لوگوں کی شہادت جو متی ۱۳/۵۵ اور مرقس ۶/۳ اور یوحنا ۶/۴۲ وغیرہ سے ثابت ہے۔ ایسا ہی یوحنا ۱/۴۵ میں "وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے" لکھا ہے +

یہ امر مسلم ہے کہ کسی بیٹے کو باپ کا صحیح پتہ اُسکی ماں ہی دے سکتی ہے کیونکہ اُس کو علم ہوتا ہے کہ وہ بیٹا کس کے نطفہ سے ہے۔ ماں کی شہادت سے بڑھ کر کوئی مضبوط شہادت ایسی نہیں ہوتی۔ جس سے کسی کی ولادت کی نسبت اُسکے برخلاف ثابت ہو سکے لوقا ۲/۴۸ میں لکھا ہے کہ "ماں نے اُس سے کہا کہ تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کُڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے" اس جگہ ماں صاف لفظوں میں یسوع کو کہتی ہے کہ یوسف تیرا باپ ہے۔ اور کوئی مضبوط وجہ اسکی تردید کی اناجیل اربعہ میں موجود نہیں +

مسیح کا اکلوتا ہونے کی تیسری شق

تیسری بات کہ وہ اسرائیل کے گھرانے میں ایک ہی نبی اور خدا کا بیٹا ہوا تھا۔ اسلئے اکلوتا تھا۔ سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر وہ نبی مانا جائے تو اسرائیل کے گھرانے میں اتنے نبی ہوئے ہیں کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہو رہا ہے اور اگر خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے تو یہ ایک ایسا عام خطاب ہے کہ جو نہ صرف نبیوں بلکہ محدثؑ

ہے بلکہ تمام نیک بندے جیسا اوپر بیان کیا گیا اسمیں شامل ہوتے ہیں اور خود یسوع نے (متی ۱۲/۴۸-۵۰ میں) اپنا ہاتھ شاگردوں کی طرف بڑھا کر کہا۔ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے وُہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہیں۔ پس اس رُوحانی پہلو سے یسوع کے اور بھائیوں کا ہونا ثابت ہے اس لئے اس شق کے رو سے بھی وہ اکلوتا ثابت نہیں +

اکلوتا کا اصل مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے

اس میں شک نہیں کہ لفظ "اکلوتا" اناجیل کے بعض مقامات میں آیا ہوا ہے لیکن عیسائیوں نے یسوع کو اکلوتا قرار دینے میں صرف اپنی قدیمی خوش اعتقادی سے کام لیا ہے اصل الفاظ انجیل کیطرف کبھی غور نہیں کی۔ ان انجیلوں میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ مسیح نے اپنے آپ کو کہیں اکلوتا کہا ہے۔ بلکہ اس میں لکھا ہے۔

"اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" (یوحنا ۱/۱۴) خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے اظہار کیا" (یوحنا ۱/۱۸) ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیل نویس نے مسیح کا ایسا ہی جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ بہرحال باپ کا اکلوتا اور مسیح دو علیحدہ علیحدہ شخص ہیں اس عبارت کے رو سے دونوں کا مصداق ایک شخص نہیں ہو سکتا البتہ یہ ضرور ہے کہ مسیح کو بھی اُس شخص جیسا جلال حاصل ہوا۔ جو اکلوتا بیٹا ہے۔ اور دوسری آیت میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ اکلوتا بیٹا ابھی باپ کی گود میں ہے اُس کا اظہار مسیح نے کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی باپ کے اکلوتے کی آمد کی طیاریاں ہو رہی ہیں اور وہ ابھی ایسی عمر میں ہے کہ باپ کی گود سے جُدا نہیں ہوا۔ اور مسیح اسکی آمد کی خوشخبری لیکر آیا ہے۔ اسی خوشخبری کا نام انجیل ہے اور یہ تمام واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ہے۔ کیونکہ مسیح اُسی کی آمد کی خوشخبری لیکر آیا تھا۔ اور اُس نے مختلف پیراؤں میں اُسکے متعلق بیان کیا ہے +

واضح رہے کہ حقیقت میں جسمانی اور رُوحانی پہلوؤں میں حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم "اکلوتا" تھے +

(۱) آپ کے والدین عبداللہ اور آمنہ کے ہاں سوائے آپ کے اور کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اکلوتا تھے +

(۲) اسمٰعیل کے گھرانے میں آپ ہی ایک نبی اور رسول اللہ ہوئے اس لئے آپ اکلوتا تھے +

(۳) خاتم الرسل اور رحمۃ اللعالمین ہونے۔ اور اکمل دین لانے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہوا۔ اس لئے آپ اکلوتا تھے +

پس وہ اکلوتا جو یسوع مسیح کے زمانہ میں باپ کی گود میں تھا۔ اور

جس کا اظہار یسوع مسیح نے کیا۔ اور وہ خداوند جسکی راہ صاف کرنے والا یوحنا تھا (یوحنا ۱/۲۳) اور وہ رُوح القدس تسلی دینے والا (یوحنا ۱۴/۲۶) اور اُسپر گواہی دینے والا (یوحنا ۱۵/۲۶) اور گناہ سے راستی سے دنیا کو قصوروار ٹھیرانے والا (یوحنا ۱۶/۸) اور ساری سچائی کی راہ بتانے والا (یوحنا ۱۶/۱۳) سردار محمد (مصطفےٰ صلعم) تھا۔ جو مکہ میں اسمٰعیل کے گھرانے میں عبداللہ کے ہاں اکلوتا پیدا ہوا

یسوع نے انجیلوں میں کیا دعوے کیا

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان انجیلوں میں یسوع نے اپنے متعلق کیا دعویٰ کیا ہے۔ ہمیں اسبات کا اعادہ کرنے کی یہاں ضرورت نہیں کہ خدا کا بیٹا کہنے سے الوہیت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔ مسیح کیطرف سے اپنی نسبت جو دعاوی ان اناجیل میں لکھے ہیں وہ ہدیہ ذیل ہیں:-

"یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا" (یوحنا ۴/۴۴) +

"مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوائے اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا" (متی ۱۳/۵۷ و لوقا ۴/۲۴) +

"دنیا کے بادشاہ کن سے محصول یا جزیہ لیتے ہیں؟ اپنے بیٹوں یا غیروں سے؟ جب اُس نے کہا غیروں سے تو یسوع نے اُس سے کہا تو بس بیٹے بری ہوئے" (متی ۱۷/۲۵) +

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا × × × کیونکہ اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں" (یوحنا ۵/۳۰) +

"میں اپنے باپ کے نام سے آیا ہوں"۔ یوحنا ۵/۴۳) +

"کیونکہ میں آسمان سے اس لئے نہیں اُترا کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کروں۔ بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق" (یوحنا ۶/۳۸) +

"زندہ کرنے والی شئے رُوح ہے جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ روح ہیں اور زندگی بھی ہیں" (یوحنا ۶/۶۳) +

"اس لئے کہ میں اُسکی طرف سے ہوں اور اُسی نے مجھے بھیجا ہے" (یوحنا ۷/۲۹) +

"جو مجھ پر ایمان لائے گا اُسکے بدن سے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہونگی" (یوحنا ۷/۳۸) +

"میں دنیا کا نور ہوں۔ جو میری پیروی کرے گا۔ وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا" (یوحنا ۸/۱۲) +

"جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے اور جو مَیں نے اُس سے سُنا ہے وہ دُنیا سے کہتا ہوں" (یوحنا ۸/۲۶) +

"جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے (یوحنا ۸/۲۹) +

"میں اپنی بزرگی نہیں چاہتا۔ ہاں ایک ہے جو اُسے چاہتا اور فیصلہ کرتا ہے" (یوحنا ۸/۵۰) +

"جب تک میں دُنیا میں ہوں۔ دُنیا کا نور ہوں" (یوحنا ۹/۵) +

جو میرے بھیجے ہوئے کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے (یوحنا ۱۳/۲۰)

میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان لائے گا یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا۔ بلکہ اُن سے بھی بڑے کام کرے گا۔ (یوحنا ۱۴/۱۲)

اس روز تم جانوں گے کہ میں باپ میں ہوں۔ اور تم مجھ میں اور میں تم میں۔ (یوحنا ۱۴/۲۰) +

کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴/۲۸) +

میں انگور کا اصل درخت ہوں اور میرا باپ باغبان ہے (یوحنا ۱۵/۱)

میں انگور کا درخت ہوں تم ڈالیاں ہو" (یوحنا ۱۵/۵) +

اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷/۳) +

میں نے تیرا کلام اُنھیں دیا۔ اور دُنیا نے ان سے عداوت رکھی اس لئے کہ جس طرح میں دُنیا کا نہیں وہ بھی دُنیا کے نہیں (یوحنا ۱۷/۱۴) +

جیسے میں دُنیا کا نہیں وہ بھی دُنیا کا نہیں (یوحنا ۱۷/۱۶) +

اور دُنیا ایمان لائے کہ تُو نے ہی مجھے بھیجا ہے (یوحنا ۱۷/۲۱) +

یعنے میں اُن میں ہوں اور تو مجھ میں ہو تاکہ وہ کامل ہو کر ایک ہو جائیں اور تو نے ہی مجھے بھیجا۔ اور جس طرح تو نے مجھ سے محبت رکھی ان سے بھی رکھی (یوحنا ۱۷/۲۳) +

تاکہ جو محبت تجھ کو مجھ سے تھی وہ اُن میں بھی ہو۔ اور میں بھی اُن میں ہوں" (یوحنا ۱۷/۲۶) +

یسوع نے اُن سے کہا کہ بچو (یوحنا ۲۱/۵) +

یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ (متی ۱۰/۳۴) (لوقا ۱۲/۵۱) +

تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنے خدا (مرقس ۱۰/۱۸) لوقا ۱۸/۱۹ متی ۱۹/۱۷) +

مذکورہ بالا عبارتیں انجیلوں کی ہیں جنکی نسبت عیسائی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ گویا یسوع مسیح نے اپنے متعلق آپ کہی ہیں۔ ان عبارات میں یہ بات کہیں پائی نہیں جاتی کہ یسوع نے اپنی الوہیت کا دعویٰ کیا ہو۔ ان تمام عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ یسوع نے اپنے آپ کو خدا کا نبی۔ خدا کا بھیجا ہوا (مرسل) جبتک دنیا میں ہوں دنیا کا نور۔ انگور کا درخت۔ تلوار چلوانے والا۔ کہا ہے اپنی باتوں کو رُوح اور زندگی کہتا ہے۔ اور اپنے پر ایمان لانے والوں کی بہت تعریف کرتا ہے +

یسوع مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ایمان لانے والے اُس سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں

یہاں یہ بات بیان کر دینا ضروری ہے کہ جو خاص باتیں ان حوالجات میں سے منتخب کر کے عیسائی صاحبان یسوع کی خدائی کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں اُن تمام باتوں میں اُس نے حواریوں کو اپنا شریک بنا لیا ہوا ہے۔ اگر اسکی باتیں زندگی اور رُوح ہیں۔ تو بقول یوحنا ۷/۳۸ اُسپر ایمان لانیوالوں کے بدن سے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہونگی۔ اگر وہ دنیا کا نور ہے تو بقول متی ۱۳/۴۳ راستباز آفتاب کی مانند چمکینگے۔ اور حواریوں پر ایمان لانے اور ان کے قبول کئے جانے کو وہ اپنے پر اور پھر خدا پر ایمان لانے اور اس کے قبول کئے جانے کے مساوی ٹھیراتا ہے اور جیسا اپنے آپ کو دُنیا کا نہیں ٹھیراتا۔ اسی طرح حواریوں کو بھی دُنیا کا نہیں ٹھیراتا۔ غرض ان باتوں میں حواریوں اور راستبازوں کو اپنے مساوی ٹھیرا کر آگے چلکر انھیں اپنے پر بھی فوقیت دیتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان لائے گا۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا۔ بلکہ اُن سے بھی بڑے کام کریگا (یوحنا ۱۴/۱۲) یہاں ایمان والوں کی عملی قوت اپنے سے زیادہ تسلیم کر کے ان کا مرتبہ اپنے سے بڑا اقرار دیتا ہے +

یسوع مسیح بیٹا بھی نہیں رہتا

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جب یسوع کی مختلف باتوں پر غور کیا جاتا ہے تو وہ اس معمولی رتبہ خدا کا بیٹا ہونے سے بھی بہت نیچے گر جاتا ہے۔ کیونکہ متی ۵/۹ میں وہ یہ بات کہہ کر کہ "مبارک وے جو صلح کرواتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے" ایک اصول قائم کرتا ہے کہ خدا کا بیٹا کہلانے کے لئے صلح کرانے کا وصف ضروری ہے۔ گویا جو شخص صلح نہیں کراتا وہ خدا کا بیٹا نہیں کہلا سکتا۔ پھر آپ ہی متی ۱۰/۳۴ اور لوقا ۱۲/۵۱ میں کہتا ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں"۔ پس جبکہ صلح کرانا خدا کا بیٹا کہلانے کے لئے اُس نے آپ ہی ایک وصف لازم قرار دیا ہے اور یہاں خود ہی کہتا ہے کہ میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں تو وہ اپنے ہی اقبال سے خدا کا بیٹا بھی نہیں رہتا۔ ایسا ہی متی ۱۷/۲۵ میں وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ جو بیٹا ہوتا ہے وہ مثقال دینے سے بری ہوتا ہے۔ لیکن متی ۱۷/۲۷ میں وہ اپنے اور پطرس کے بدلے مثقال ادا کرتا ہے اگر وہ خدا کا بیٹا ہونے پر مطمئن تھا اور اپنے آپ کو اس میں سچا جانتا تھا تو پھر اُس کو مثقال ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پس اس کا مثقال ادا کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے دعوے "خدا کا بیٹا" ہونے پر خود یقین نہیں رکھتا تھا۔ ایسی حالت میں اسکو خدا کا بیٹا سمجھنے پر یقین رکھنا سخت نادانی ہے +

اسی طرح جب شیطان نے یسوع کا امتحان لیا اور اُس نے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں یہاں سے گرا دے تو یسوع نے اپنے آپ کو وہاں نہ گرایا اور نہ ہی اپنا خدا کا بیٹا ہونا ثابت کیا۔ ایسے امتحان کے موقعہ پر تو اس کا فرض تھا کہ اپنا دعویٰ ثابت کرتا۔ لیکن اُس کا انکار ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے خدا کے بیٹا ہونے کے دعوے پر آپ بھی ایمان نہیں رکھتا تھا۔ ورنہ جہاں ایک رائی کے برابر ایمان پہاڑوں کو ٹال سکتا ہے

تو یسوع خود جو سراسر ایمان سے منور ہونا چاہیئے تھا۔ اگر کسی بلندی سے امتحان کے موقعہ پر گر جاتا۔ تو اُس کا بچ جانا کیا مشکل تھا۔ لیکن اُسے یہ اطمینان نہ تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں ۔

یسوع نے یہاں تک ہی اپنی حیثیت کو ظاہر نہیں کیا بلکہ اُس نے اپنے آپ کو معمولی نیکوں کے زمرے سے بھی خارج کر دیا ہے۔ چنانچہ مرقس ۱۰/۱۸ لوقا ۱۸/۱۹ اور متی ۱۹/۱۷ میں اپنے نیک ہونے سے انکار کرتا ہے پس اندریں حالات یسوع کی اپنی زبان سے دعوے الوہیت تو کیا۔ خدا کا بیٹا اور معمولی نیک ہونے کا دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ عیسائی صاحبان معلوم نہیں کس برتے پر خدائی کی پگڑی اُتار کر ایسے انسان کے سر پر رکھتے ہیں جو خود اُس کا خواہاں اور مدعی نہیں۔ پس یہ پہلو سراسر عیسائیوں کے خلاف ثابت ہے اور مسیح کی الوہیت کے ابطال پر ثبوت قطعی ہے ۔

اپنی الوہیت کے خلاف یسوع کا اپنا ایک فیصلہ

اس جگہ یسوع کا ایک اپنا فیصلہ لکھ کر اس ضمن کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے اُنھیں جواب دیا کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں آیا کہ۔ میں نے کہا تم الٰہ ہو۔ جبکہ اُس نے اُنھیں الٰہ کہا جنکے پاس خدا کا کلام آیا (اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں) تو تم اس شخص سے جسے مقدس کر کے دُنیا میں بھیجا۔ اس سبب سے کیونکر کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ اُس نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں" (یوحنا ۱۰/۳۳) ۔

اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے خطرناک امتحان کے موقعہ پر بھی یسوع نے اپنی نسبت یہی کہا کہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ میں خدا نہیں بنتا۔ تم جو میری نسبت یہ گمان کرتے ہو کہ گویا میں خدا بنتا ہوں۔ یہ غلط بات ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو خدا بھی کہدیتا تو اس میں بھی حرج نہ تھا۔ اور اس سے میری خدائی قائم نہیں ہو سکتی تھی بلکہ یہ ایک معمولی اور عام کلمہ ہے جو خدا کے ملہموں اور ایسے لوگوں کے حق میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے جنپر خدا کا کلام آتا ہے۔ اور میں تو اس سے ابھی بہت نیچے ہوں کیونکہ خدا نہیں بلکہ خدا کا بیٹا ہوں ۔

اس میں ایک اور بھی لطیفہ سمجھ میں آتا ہے کہ عیسائی صاحبان لفظ کلام سے عموماً یسوع کو مراد لیا کرتے ہیں اور اس سے اس کی الوہیت کی دلیل لیا کرتے ہیں۔ اس جگہ بھی اگر کلام سے مراد یسوع سمجھ لیا جائے تو چونکہ یوحنا ۳/۱۳ میں یسوع کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آسمان سے اُترا اور جنپر اُترا وہ عیسائی صاحبان ہیں۔ انکو الٰہ کہا گیا ہے۔ تو گویا سب عیسائی صاحبان خدا ہیں اور یسوع خدا کا بیٹا۔ فتدبروا ۔

خدا کی شہادت سے یسوع کی الوہیت کی تردید

یسوع کی اپنی شہادت کو ختم کر کے اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یسوع کے متعلق انجیلوں میں آسمانی یعنے خدا کی شہادت کیا لکھی ہے ۔

"اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی۔ کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے" (متی ۳/۱۷) ۔

"اور دیکھو اُس بادل میں سے آواز آئی۔ کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں اسکی سنو" (متی ۱۷/۵) ۔

"وہ بزرگ ہوگا اور خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ اور خداوند اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا" (لوقا ۱/۳۲) ۔

"آسمان سے یہ آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے" (لوقا ۳/۲۲) ۔

یہ ہیں یسوع مسیح کے متعلق آسمانی شہادتیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ اُس کو خدا کا بیٹا ہی کہا گیا ہے۔ نہ کہ خدا۔ اس لئے اس کی الوہیت کا گمان جو عیسائی کرتے ہیں باطل ہے ۔

الوہیت کے برخلاف حواریوں اور معتقدوں کی شہادت

اس کے بعد ہم یہ دکھاتے ہیں کہ یسوع مسیح کی نسبت اس کے اپنے معتقدین اور حواری ان انجیلوں میں کیا گواہی دیتے ہیں:۔

"اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا" (یوحنا ۱/۱۵) ۔

"چنانچہ میں نے دیکھا اور گواہی دی کہ یہ خدا کا بیٹا ہے" (یوحنا ۱/۳۴) ۔

"خدا کا بیٹا مسیح جو دُنیا میں آنے والا تھا تو ہی ہے" (یوحنا ۱۱/۲۷) ۔

لیکن یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا ہے" (یوحنا ۲۰/۳۰-۳۱) ۔

"شمعون پطرس نے جواب میں کہا۔ تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" (متی ۱۶/۱۶-۱۷ و مرقس ۸/۲۹) ۔

"اور وہ خدا کی بڑائی کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں آیا ہے" (لوقا ۷/۱۶) ۔

الوہیت کے خلاف شیطان اور بدروحوں کی شہادت

ذیل میں ہم یہ بات دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ شیطان نے امتحان لینے کے وقت اور بدروحوں نے اور عام لوگوں اور یہودیوں نے یسوع مسیح کی نسبت ان انجیلوں میں کیا کہا ہے ۔

"اور ناپاک روحیں جب اُسے دیکھتی تھیں اُسکے آگے گر پڑتی اور پکار کر کہتی تھیں کہ تو خدا کا بیٹا ہے" (مرقس ۳/۱۱) ۔

ابلیس نے کہا "اگر تو خدا کا بیٹا ہے" (لوقا ۴/۳) ۔

"اور بدروحیں بھی چلا کر اور یہ کہہ کر کہ تو خدا کا بیٹا ہے" (لوقا ۴/۴۱) ۔

"بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کی ناصرت کا یسوع نبی ہے" (متی ۲۱/۱۱)

"اور وہ اُسکے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ اُسے نبی جانتے تھے" (متی ۲۱/۴۶) ÷

ابلیس نے کہا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے (متی ۴/۳ و ۶) ÷

"کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا ٹھیرایا" (یوحنا ۱۹/۸) ÷

(یوحنا بپتسمہ دینے والے کی گواہی) یہ وہی ہے جسکی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھیرا ہے (یوحنا ۱/۳۰) ÷

پس وہ لوگ اُس کا معجزہ دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دُنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے (یوحنا ۶/۱۴) ÷

الوہیت کی مخالفت انجیل کی متفرق باتوں سے

ان کے ماسوائے متفرق باتیں جو ان اناجیل میں لکھی ہیں اُن کے رو سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ یسوع مسیح کو کیا کہا گیا ہے۔ انھوں نے پھر اس اندھی سے کہا۔ کہ اُس نے جو تیری آنکھیں کھولیں تو اُسکے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ نبی ہے (یوحنا ۹/۱۷) و (لوقا ۷/۱۶ و ۲۴/۱۹) ÷

یسوع خدا کا شکر اور حمد کرتا۔ اور اُس سے دُعائیں مانگتا ہے (یوحنا ۱۱/۴۱) و (لوقا ۱۰/۲۱ و ۲۲/۴۱ و ۶/۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ یسوع خود خدا نہ تھا۔ اگر خدا ہوتا۔ تو اس کو دُعا کرنے اور شکر کرنے کی حاجت نہ تھی ÷

غلام اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہُوا اپنے بھیجنے والے سے۔ (یوحنا ۱۳/۱۶) کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے۔ (یوحنا ۱۴/۲۸) ÷

شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اُستاد کی مانند ہو۔ اور نوکر کے لئے یہ کہ اپنے مالک کی مانند ہو۔ (متی ۱۰/۲۵)

حواری اسکے شاگرد تھے اور وہ اُسکی مانند ہوئے۔ پس اگر یسوع الٰہ تھا۔ تو وہ بھی الٰہ ہوئے اور چونکہ یہ باطل ہے اس لئے مسیح کی الوہیت کا دعویٰ باطل ہے ÷

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُنمیں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں ہوا (متی ۱۱/۱۱ لوقا ۷/۲۸) ÷

(یہ ظاہر ہے کہ یسوع بھی عورت سے پیدا ہُوا تھا۔ پس یوحنا یسوع سے بڑا ہُوا۔ اور اگر یسوع الٰہ ہے تو یوحنا بڑا الٰہ ہے) ÷

اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔ (متی ۲۳/۹) ÷

(یہاں حواریوں کو تعلیم دیتا ہے کہ تم صرف خدا کو اپنا باپ سمجھو)

لیکن اُس دن اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا۔ مگر صرف باپ (متی ۲۴/۳۶) ÷

(اس جگہ یسوع بیٹے اور باپ میں تمیز کر کے خدا کے علیم ہونے اور بیٹے کے عاجز ہونے کا ثبوت دیکر اُس کو الوہیت سے جدا کرتا ہے ÷)

غرض ان اناجیل سے مسیح کی اپنی اور خدا اور حواریوں اور اُس کے فائدہ اُٹھانے والوں اور دشمنوں اور دوستوں اور شیطان اور بد روحوں کی گواہی سے ثابت ہوگیا ہے کہ مسیح ہرگز الٰہ نہ تھا۔ اور عیسائیوں کا اُسکی الوہیت کی نسبت اعتقاد ایک بے بنیاد وہم ہے جس کی بُنیاد انجیلوں میں نہیں ملتی تھی ÷

کلام کی فلسفی کی تشریح

اس کے بعد ہم لفظ کلام پر مختصر طور پر خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ عیسائی اعتقاد میں کلام الوہیت کے فلسفہ کی کلید ہے۔ اور اسلئے لفظ کلام جہاں کہیں اُن کو نظر آجاتا ہے وہیں سے اُٹھا کر اسکو یسوع مسیح کی جیب میں ڈالکر اُسکی خدائی کی دلیل بنا دیتے ہیں۔ کلام کے گورکھ دھندے میں جس شریعت آدمی نے عیسائیوں کو ڈالا تھا۔ وہ بزرگ یونس تھا جس نے ایک کتاب تصنیف کر کے اسکو فرضی طور پر یوحنا کی انجیل مشہور کر کے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ اُس نے اپنی انجیل ہی کلام کے ابتداء سے شروع کی ہے۔ اُس نے جو کچھ لکھا سو لکھا۔ لیکن ان عیسائی بہادروں کی تعریف کرنی چاہیئے کہ جنھوں نے اُسکے کلام سے ہی مسیح کی الوہیت کا خیال قائم کر لیا۔ حالانکہ اس کا اپنا کلام ہی اس بات کے معارض ہے اور وہ مسیح کی الوہیت ثابت نہیں کرتا۔ اسکے اقتباس یہ ہیں:-

ابتداء میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ (یوحنا ۱/۱)

یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں۔ اور جو کچھ پیدا ہُوا۔ اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے سوا پیدا نہ ہوئی (یوحنا ۱/۲-۳)

اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا (یوحنا ۱/۴)

وہ نہ خون سے نہ جسم کے ارادے سے نہ انسان کے ارادے سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے (یوحنا ۱/۱۳) ÷

اور کلام مجسم ہُوا اور اُس نے فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان خیمہ کیا (یوحنا ۱/۱۴)

کیونکہ شریعت تو موسےٰ کی معرفت دیگئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی (یوحنا ۱/۱۷) ÷

خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا (یوحنا ۱/۱۸) ÷

واضح رہے کہ لفظ کلام کے معنے بات کے ہیں۔ جیسا کہ خود انجیلوں میں مختلف مقامات پر استعمال ہُوا ہے مثلاً (اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا یوحنا ۸/۵۱) اور (اگر کوئی میرا کلام سُنکر اُسپر عمل نہ کرے یوحنا ۱۲/۴۷) اور (کیونکہ جو کلام تو نے مجھے پہنچایا۔ وہ میں نے اُنکو پہنچایا یوحنا ۱۷/۸) اور (میتو

تیرا کلام انھیں دیا یوحنا ۱۷) اور (مگر زیادہ مبارک وہ جو خدا کا کلام سنتے اور اُسپر عمل کرتے ہیں ۔ لوقا ۱۱ ۲۸) اسی طرح اور بہت مقامات پر یہ لفظ انھیں معنوں میں آیا ہے - اس لئے مسیحی مذہب اِس کے اور کوئی معنی کرنے کا مجاز نہیں ہوسکتا +

اس میں شک نہیں کہ کلام کرنا اور سُننا وغیرہ خدا تعالیٰ کی صفتیں ہیں - اور اُسکی صفتیں ہمیشہ اسکے ساتھ رہتی ہیں اُس سے جدا نہیں ہوتیں - ایسا ہی صفت کلام کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ خدا کے ساتھ تھا - کوئی نامعقول بات نظر نہیں آتی - جب کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے قوت ارادی میں اُسکی صورت و شکل قائم کرلیجاتی ہے - تو اُس کو جسم میں لانے کے لئے کلام کے ذریعہ سے اظہار فرمان کیا جاتا ہے اور پھر اُس حکم کے ماتحت وہ ایک جسم اختیار کرلیتا ہے - غرض ہر ایک چیز خدا کے کلام کے ذریعہ سے دُنیا میں پیدا ہوتی ہے اور اُسکے پیدا ہونے سے پہلے کلام ہوتی ہے - اور خدا کی معرفت کا انسان کے ساتھ سب سے بڑا تعلق کلام کے ذریعہ سے ہے - تمام نبیوں نے خدا سے کلام کے ذریعہ سے عزت پائی - موسیٰ نے طور پر بھی خدا کلام کے ذریعے ظاہر کیا - اور دوسرے نبیوں سے بھی اکثر کلام ہی کے وسیلے سے گویا ہوا - پس یوحنا کی آیات کا مطلب صاف ہے - بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انجیل یوحنا کے مصنف کی عرفانی قوت بہت کم تھی - کیونکہ وہ صرف کلام تک پہنچا ہے اور ارادہ کی کیفیت پر نہیں پہنچا - اور یہ ظاہر ہے کہ کلام سے پہلے ارادہ ہوتا ہے جو کلام کے اظہار کا فیصلہ کرتا ہے +

اگر یہ آیات مسیح کی پیدایش کے متعلق سمجھ لی جائیں - تو اس سے اُسکی خدائی ثابت نہیں ہوتی - جب مسیح پیدا نہیں ہوا تھا تو اُسکے پیدا کرنے کا کلام خدا کے ساتھ تھا - کیونکہ اُسکی تمام صفتیں ابدی ازلی ہیں اور اُس سے منفک نہیں ہوتیں - پھر جب اُسکی پیدایش کا وقت آیا تو اُسکی ابتدا بھی معمولی طور پر خدا کے کلام سے ہوئی - اور ساری چیزیں کلام خدا کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہیں - اور کوئی چیز خدا کے حکم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی - اور بیشک انسان کی پیدایش خدا کے حکم سے ہی ہوتی ہے - اور زندگی ہی حقیقت میں آدمیوں کے لئے نور ہوتی ہے مسیح اپنی پیدایش میں عام انسانوں کی طرح ہی عاجز تھا - اُسکی پیدایش میں اُسکو خون اور جسم اور انسانیت کی خواہش اور ارادوں کو کوئی دخل نہ تھا - بلکہ محض خدا کے حکم اور فضل سے پیدا ہوا - اور جسم حاصل کیا تھا - اور خدا کے فضل اور ضرورت حقہ نے ہی اُس کو دُنیا میں بھیجا تھا - وہ خود فضل نہیں تھا - جیسا کہ موسیٰ خود شریعت نہیں تھا - جس طرح شریعت کو لوگوں میں پہنچانے کے لئے موسیٰ کو خدا نے مامور کیا تھا - اُسی طرح خدا کا فضل اور سچائی پہنچانے کے لئے یسوع مسیح وسیلہ ہوا - اور وہ فضل وہ تھا جسکو کلام الٰہی نے خود رحمۃ للعالمین اور سچائی کہا - کیونکہ وہ اکلوتا بیٹا ابھی باپ کی گود میں ہے اور دُنیا پر ابھی نہیں آیا - پر یسوع مسیح نے اُسکے آنے کا اظہار کردیا یعنے اُسکے آنے کی خوشخبری (انجیل) پہنچائی +

یہ ہے اس سارے کلام یوحنا کی تفسیر جسکو عیسائی صاحبان مسیح کی الوہیت کا بُنیادی پتھر سمجھتے ہیں - اس میں فاضل مصنف نے خدا کی شان پیدایش مخلوق بیان کی ہے اور مسیح کی پیدایش اور اُسکے آنیوالے اکلوتے کے متعلق انجیل لانے کا ذکر کیا ہے اِس سے بڑھکر اور کچھ نہیں +

اگر اس پر عیسائی صاحبان آگے چلینگے تو ہم اُن کو ایک ایک فقرہ اپنی تائید میں ثابت کرکے دکھا دینگے +

پولوس اور یوحنا کی تحریریں

اس کے بعد ہم پولوس اور یوحنا عارف صاحب مکاشفات کی تحریرات پر ایک نظر ڈالکر اس مختصر رسالے کو ختم کرینگے اور یہوداہ یعقوب و پطرس کی تحریرات کو اس لئے نظر انداز کرتے ہیں کہ پادری صاحب نے ان کو حوالہ میں شامل نہیں کیا +

یہ مسلم ہے کہ کسی مصنف کی تحریر کا اعتبار اُسکے اپنے اعتبار پر منحصر ہوتا ہے - پولوس کی تحریرات پر غور کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کس پایہ کا شخص ہے - انجیلوں کیطرح اعمال رسول پر بھی بہت ساری کتابیں لکھی گئیں - مقدس جی لازنے ان غیر مستند اعمال کی کتابوں کی فہرست لکھی ہے اور اسی سلسلہ میں مقدس اپی فان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولوس غیر یہودی قوم اور غیر یہودی والدین سے تھا - اور اپنی ہوشیاری سے یروشلیم میں آکر یہودیوں میں داخل ہوکر اپنے آپ کو یہودی الاصل ظاہر کیا اور اُسی مذہب کی پابندی ظاہر کرتا رہا - چنانچہ ختنہ بھی کرالیا - بد وضع شکل کا آدمی تھا ٹھگنا سا قد - گنجا سر - خمدار رانیں - موٹی ساقیں - ملی ہوئی ابروئیں اور نکیلی ناک رکھتا تھا - جیسا کہ انسفور کے قصہ سے ظاہر ہے وہ ایک یہودی عالم کی لڑکی پر عاشق ہوگیا اور یہ تمام حیلے اُس لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے کرتا رہا - اُس کا دل اسکے کنوارپن کے شوق سے بھرا ہوا تھا - لیکن وہ لڑکی جب اسکو ملی تو باکرہ نہ تھی - اس سے وہ چلا اُٹھا اور غصہ میں آکر یہودی مذہب کی مذمت پر کمر باندھ لی - اور ختنہ و سبت اور دیگر احکام شریعت کی جی کھولکر مخالفت شروع کردی - اس وقت اس کو اپنے اس غصہ کو پورے طور سے نکالنے کے لئے عیسائی مذہب کی ڈھارس مل گئی - اور چونکہ عیسائی مذہب اُس وقت بہت کمزور تھا اس لئے جب یہ ہوشیار آدمی اُسمیں داخل ہوا - تو اُس نے میدان خالی پاکر مذہب کی ہستی کی ہی کایا پلٹ کر اور شریعت کو لعنت کہکر اسکے جُوئے سے لوگوں کو رہا کرانے اور بے عمل رہکر نجات حاصل کرنے کے لئے کفارے کا قصہ گھڑا - چونکہ ان حالات مسلمہ سے اس شخص کی تحریرات منصفانہ اور بے تعلق نہیں ثابت ہوتیں - اس لئے ہم اس کو شہادت میں قبول کرنے کیلئے اعتبار سے خارج سمجھتے ہیں - اور اس کا کوئی حوالہ اسوقت تک قبول نہیں کرسکتے جبتک اسکی پوزیشن کو عیسائی معتقد صاف ثابت نہ کرلیں +

پولوس کی تحریرات کو ہم خوب جانتے ہیں اور اُسکے ایک ایک فقرے کی تردید اور تغلیط ثابت کرنے کے لئے طیار ہیں لیکن جب کہ

بادی النظر میں خود مصنف ہی قابل اعتبار نہیں۔ اور اُس کا مسیح کی صحبت اور معیت کے فیض سے محروم ہونا ثابت ہے تو اسکی شہادت پر بحث بے سود ہے +

پھر یوحنا عارف کے مکاشفات کے متعلق جب غور کی جاتی ہے تو اسکی اور ہی رنگت نظر آتی ہے جو عیسائی بے پروائی کا ایک اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے یوحنا مصنف مکاشفات یوحنا رسول نہیں اور اگر اس نام سے مراد یوحنا رسول ہے تو یہ کتاب مکاشفات جعلی قرار پاتی ہے۔ لیکن یوحنا رسول کے سوائے کسی دوسرے یوحنا کا وجود اس وقت ثابت نہیں۔ اس لئے لازمی نتیجہ یہی ہے کہ یہ کتاب ایک مفتریات کا مجموعہ ہے +

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتاب محققین اناجیل کی تحقیقات میں مسیح کے قریباً پونی صدی بعد لکھی گئی۔ اور اُس وقت یوحنا رسول کا زندہ ہونا ثابت نہیں۔ اِس لئے یہ کتاب کسی طرح معتبر نہیں۔ لیکن پادری صاحب نے چونکہ اس سے حوالہ دیا ہے اس لئے ہم کم از کم اُس ایک مکاشفہ کی تشریح لکھ دیتے ہیں جس میں سے پادری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور وہ یہ ہے +

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مکاشفہ میں کوئی جزو ایسی نہیں جو مسیح کی الوہیت تو کیا اُس کے کسی دعوے کو ثابت کر سکتی ہو۔ کیونکہ درحقیقت اگر یہ مکاشفہ صحیح ہے تو یسوع مسیح کے متعلق نہیں ہو سکتا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ یسوع مسیح کے بعد کا ہے اور اسکی عبارات صیغہ مستقبل میں ہیں۔ اس لئے جو گذر چکا ہے اُس کے حالات کے متعلق یہ مکاشفہ نہیں ہو سکتا +

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب باتیں واقعہ ہو چکی ہیں۔ اور جن کو مصنف خود دیکھ چکا ہے اُن کے متعلق مکاشفہ ہونیکی کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی تھی +

اگر مکاشفہ کی صحت تسلیم کیجاتی ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ماننا ضروری ہے کہ یہ کسی ایسے وجود کے متعلق مکاشفہ ہے جو آیندہ قریب زمانے میں آنے والا ہے اور وہ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم نے اس مکاشفہ کے تمام اجزاء پر بہت غور کی ہے ہمیں اس کا مصداق اقرب اور اصدق طور پر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہی ثابت ہوئے ہیں۔ ہم ذیل میں ایک جدول میں مکاشفہ کے تمام اجزاء لکھتے ہیں جن سے اس کے مصداق آنحضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہی ثابت ہوئے ہیں +

اور وہ جدول یہ ہے۔

اجزائے مکاشفہ	حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے حالات کے ساتھ تطبیق	یسوع مسیح سے عدم تطبیق
(۱) ایک سفید گھوڑا ہے۔	(۱) سفید گھوڑا عزت سیاست اور حکومت ہے۔ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو زندگی میں نصیب ہوئی +	(۱) یسوع مسیح کو نہیں ملی۔ اُس نے تو سر دھرنے کو جگہ نہ پائی +
(۲) اُس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے۔	(۲) کلام الٰہی میں محمد رسول اللہ صلعم کو سچا اور برحق کہا گیا ہے مثلاً۔ (جاء الحق۔ بنی اسرائیل ۹) و (ان الرسول حق آل عمران ۹) و (ارسلناك بالحق بقر ۱۲) و (قد جاءکم الرسول بالحق نساء ۱۷) و (کذب بالصدق اذ جاءہ زمر ۳۳) ان تمام آیتوں میں سچا اور برحق محمد رسول اللہ صلعم کو کہا گیا۔ اور ایسے بہت مقامات ہیں +	(۲) یسوع کو اناجیل میں سچا اور برحق نہیں کہا گیا +
(۳) وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے۔	(۳) انصاف اور لڑائی کوئی وہمی باتیں نہیں کہ خیال ہی میں پوری ہو جائیں۔ ان کے لئے ظاہری حکومت اور طاقت اور رعیت کا ہونا ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو اپنے جیتے جی میسر آیا۔ اور اُن کا راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرنا ثابت اور ظاہر ہے +	(۳) یسوع مسیح کو یہ موقعہ نہیں ملا۔
(۴) اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں۔ اور اُس کے سر پہ بہت سے تاج ہیں +	(۴) آگ سے مُراد عشق الٰہی اور ظہور قدرت الٰہی ہے۔ جیسا طور کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا عشق الٰہی میں مخمور ہونا اور ان کے ہاتھ سے قدرت الٰہی کے کاموں کا ظہور ظاہر و باہر ہے۔ اور قرآن میں خدا تعالیٰ	(۴) یسوع مسیح جبکہ خود خدا تھے تو اُن سے یہ بات کیسے صادر ہو سکتی تھی۔ انجیلوں میں اُنکی نسبت ایسا کہیں ثبوت نہیں۔ یہ بات یسوع مسیح کی زندگی میں ثابت نہیں +

	اُسکی شہادت بھی دیتا ہے + سر پر تاج سے مراد ظاہری سلطنت - اور بہت سے تاجوں سے مراد کثرت اقالیم ہے - اور یہ باتیں زندگی میں ہی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو مل گئی تھیں +	
(۵) اور خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے +	(۵) دین کے لئے جنگ وجدال مراد ہے - جو آنحضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے کئے +	(۵) یسوع مسیح نے نہیں کئے +
(۶) اُس کا نام کلام خدا ہے +	(۶) کلام کی تشریح اوپر ہو چکی ہے - یہاں مراد یہ ہے کہ وہ خدا کی وحی سے بات کرے گا - اور قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نسبت آیا ہے - وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ - یعنے وہ ہمیشہ خدا کی وحی سے بات کرتا ہے - اور اگر اس کے ظاہری معنے ہی لئے جائیں تو یہی آپ کی ذات اور کتاب کی نسبت ظاہر ہے +	(۶) مگر یسوع مسیح تو بقول عیسائی صاحبان خود خدا تھا - تو پھر اُس کا نام کلام خدا کس طرح ہو سکتا ہے - کیونکہ کلام اور خدا مضاف مضاف الیہ کی حیثیت میں واقع ہوئے ہیں اور دو جدا اشیاء میں رشتہ اضافت ظاہر کرتے ہیں - پس یسوع بھی اسی طرح خدا سے جدا ہو جائے گا - اور خدا نہیں رہے گا - اور نہ وہ ہے پھر اُس کی مرسلانہ حیثیت میں اناجیل گواہی نہیں دیتیں کہ وہ خدا کے الہام سے باتیں کرتا تھا +
(۷) آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اُس کے پیچھے ہیں +	(۷) آسمانی فوجوں سے مُراد فرشتوں کی مدد ہے - یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملٰئکۃ مسومین - اور ان یمدکم ربکم بثلٰثۃ آلاف من الملٰئکۃ منزلین - سے ثابت ہے کہ آسمانی فوجوں کی مدد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو دیگئی +	(۷) یسوع مسیح کو آسمانی مدد کبھی نہ ملی بلکہ صلیب کی مصیبتوں کے موقعہ پر کوئی مدد نہ اُتری +

اسی طرح باقی حصہ مکاشفہ بھی آنحضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلعم پر صادق آتا ہے - اور مسیح پر صادق نہیں آتا +

ہم نے اس مختصر مضمون میں ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ اناجیل اربعہ اور نیز رسائل منسلکہ محض بے اعتباری کا تودہ ہیں - اور بحیثیت مسلمات نصاریٰ ان کو جانچنے سے مسیح کی الوہیت کا کچھ بھی ثبوت ان میں نہیں ملتا - نہ وہ خود الوہیت کا دعوےٰ کرتا ہے - نہ خدا اُسکی گواہی دیتا ہے - نہ حواریوں اور دشمنوں اور دوستوں میں سے کوئی اس شہادت کو ادا کرتا ہے - وہ سب بالاتفاق اُسکو انسان - رسول اور نبی اللہ سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے - اور اپنے اقبال سے تو وہ اس رتبہ سے بھی بہت پیچھے ثابت ہوتا ہے - یہ بھی ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اکلوتا نہ تھا - بلکہ اکلوتا سے مُراد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں - اور اُس کا مشن اُنکی آمد کی خبر لوگوں کو دینا تھا - اور اُس کا نام انجیل تھا +

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس تحریر کو سب کے لئے نافع بناوے آمین

خاکسار

سراج الدین عمر احمدی - ۸ - اپریل ۱۳ء

اڈیٹوریل

قابل توجہ اہل اسلام

موجودہ جنگ اور اسلام

موجودہ زمانہ مسیح موعود (علیہ السلام) کا زمانہ ہے۔ جہاں حق اور باطل کی لڑائی زبان۔ قلم اور دلیل اور برہان کے حربوں سے مقدر تھی۔ وہاں یہ بھی ضروری تھا کہ ظاہری و مادی اسباب جنگ سے بھی ایک عظیم الشان مقابلہ ہو۔ جیساکہ ہو رہا ہے اور بظاہر اس میں اسلام کو مسیحیت کے ہاتھوں سخت زک اور ذلت پہنچ رہی ہے۔ سمجھنے والوں کے نزدیک دراصل یہ نقصان مسلمانوں کے واسطے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔ کہ وہ نام کے مسلمان ہونے پر قانع نہ رہ کر اپنے معتقدات عبادات اور معاملات میں منشاء خدا اور رسول کے مطابق سچے مسلمان بن کر نمونہ دکھلادیں کہ عباد الرحمان ایسے ہوتے ہیں اور خدا اپنے نیکوکار و پرہیزگار بندوں کی یوں خارق عادت طور پر تائید و نصرت فرمایا کرتا ہے۔ اور انا لہ لحافظون۔ کا وعدہ ان شرائط و حالات کے ماتحت پورا ہوا کرتا ہے۔

خدا کا کسی سے رشتہ نہیں

اسلام کی پاک تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی پاک ذات کا کسی سے ناطہ رشتہ کوئی نہیں۔ اگرچہ وہ خالق و مالک اور رب تو سب کا ہے لیکن زندگی کی بلاخیز کشمکشوں میں اس کی سنت و عادت یوں جاری ہے کہ یا تو اس کے پیدا کردہ اسباب اور آئین فطرت سے کماحقہ کام لینے اور فائدہ اُٹھانے والے گوئے سبقت لے جاتے ہیں یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اشخاص و اقوام اپنی گذشتہ کوتاہیوں کمزوریوں اور غفلت اور شامت اعمال کے باعث اسباب ظاہری میں تو تہیدست ہوں مگر مسبب الاسباب کے ساتھ ان کا رشتہ جیسا چاہیئے ویسا ہی صحیح و قوی ہو ان میں حق و صداقت کی روح موجزن ہو کر غیر معمولی جوش پیدا ہو جاتا ہے جس کے سبب وہ موجودہ ناکافی اسباب ظاہری سے ہی دشمنان حق کی نسبت کہیں زیادہ کام لینے پر قادر ہو جاتے ہیں اور تائید غیبی کے طور پر بھی انھیں نصرت و غلبہ دیا جاتا ہے۔

خدا کے وعدے جھوٹے نہیں ہو سکتے

مومنوں کی تائید و نصرۃ کے وعدے جو خدا کے کلام پاک میں موجود ہیں۔ مسلمانو! ان پر غور کرو اور اپنے اعمال و احوال پر ایک خدا ترس دل لے کر منصفانہ نظر ڈالو۔ تمہاری پستی و ذلت تو ایک بدیہی امر ہے۔ اس میں تو کچھ کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ نعوذ باللہ وہ وعدے جھوٹے دم دلاسے ہوں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ تمہاری حالت ہی تائید و نصرت الٰہی کی جاذب نہیں رہی۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہے اسی حالت میں ذلت کی موت مرو اور شامت اعمال کا شکار ہو جاؤ۔ یا اپنی اصلاح حال اور پاک تبدیلی سے مستحق فضل و رحمت بن جاؤ۔

غیر مسلم قومیں اسلام میں جذب ہوں

غیر مسلم اقوام عالم کے مقابلہ میں تمہارا شمار بہت قلیل اور تمہاری تہیدستی و بے سامانی اظہر من الشمس ہے۔ تو اب اس عالم اسباب میں غلبۂ اسلام کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تم خدا سے صلح کر کے اس قابل بنو کہ کچھ تو رحمت الٰہی تمہاری خارق عادۃ امداد کیلئے جوش میں آئے اور کچھ تمہارے نیک نمونوں سے متاثر ہو کر غیر مسلم اقوام میں اسلام کی طرف میلان و حسن ظن پیدا ہو کر وہ ملت حقہ میں جذب ہونے لگیں۔ اور رفتہ رفتہ کچھ مدت میں خدا اور رسولؐ کی بشارتیں سنت اللہ کے موافق ظہور پذیر ہو کر تمہاری شادکامی و شکرگذاری کا موجب بنیں۔

خدا سے لڑائی اچھی نہیں

مسلمانو! تمہارے جلسوں وعظوں۔ لکچروں میں ہر طرف یہی چیخ پکار پڑی ہوئی ہے۔ کہ وقت نہایت نازک آگیا ہے۔ ہم پر وہ بڑی بنی ہے۔ کہ جو نہ کبھی دیکھی نہ سنی یا رسول اللہ فریاد کو پہنچو۔ خدایا جلد خبر لو۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا نعوذ باللہ خدا اور رسول کے وعدے اور بشارتیں جھوٹی طفل تسلیاں تھیں۔ کیا وقت موعود ابھی تک آچکا نہیں؟ کیا اکثر و بیشتر نشان پورے نہیں ہو لیئے؟ خدا را اب بھی سمجھو۔ کہ آنے والا ٹھیک وقت پر آچکا۔ بیہودہ مردود والی ضد کو چھوڑ دو۔ اب تشابہات کی کج بحثیوں پر اڑے رہنا اور خدا کے صادق مامور کو قبول نہ کرنا صریحاً خدا سے لڑائی ٹھاننا ہے۔ جس کے مقابلہ میں آج تک نہ کوئی جیتا ہے نہ جیت سکتا ہے۔

فراست و سعادت

پستی و ذلت کی واقع میں حد ہو چکی۔ مومنانہ فراست و سعادت اب اسی میں ہے کہ بچوں کی ہٹ سے باز آجاؤ اور اپنی عملی و اعتقادی کمزوریوں پر پشیمان ہو کر معیت صادقین کی ضرورت محسوس کرو خود غرض اور کج بحث ملانوں کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آؤ۔ وہ بھلا کیسے حق کو بآسانی قبول کر سکتے ہیں؟ کہ ایسا کرنے سے ان کے حلوے مانڈے میں کھنڈت پڑتی ہے۔ ان کی نسبت تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما گئے ہیں کہ وہ امام موعود کی مخالفت کرینگے۔ کیونکہ ان کے اختلافات مٹانے کے لئے ہی تو وہ حکم و عدل کے طور پر مامور ہوگا۔ اس نکتہ کو سمجھو کہ آنے والا اگر ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے آتا تو اس کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور وہ اصلاح و رفع اختلاف کا فرض ہی کیسے بجا لا سکتا؟

کافر عیسائی

اخبار اور لینڈ چینا میل سے معلوم ہوا کہ مشہور رومن کیتھلک واعظ فادر واگھن دورہ کرتے ہوئے ہانگ کانگ پہونچے۔ وہاں انھوں نے اپنے وعظ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ یورپ امریکہ کی عیسائی سوسائیٹی بہت ناپاک حالت میں ہے۔ ان ملکوں کے مدارس خدا کی تلاش کی بجائے سونے کے بچھڑوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے چینی لوگوں کو نصیحت کی۔ یورپ کی نیکیوں کو لیں مگر ان کے ناپاک طریقہ تعلیم کی نقل نہ کریں۔ جو خدا کے نام سے خالی ہے انھوں نے یہ بھی کہا کہ صرف رومن کیتھلک ہی وہ مذہب ہے

جو یسوع کا قائم کیا ہوا ہے۔

"آگرہ میں مجھے ایک پادری ملے تھے وہ بھی فرماتے تھے کہ پراٹسٹنٹ سب کافر ہیں۔ لارڈ افشانی یسوعی جو ہمیں طعن دیا کرتے ہیں کہ احمدیوں کو بعض (جاہل) ملانوں نے کفر کا فتوے دیا ہے۔ ذرا پادری داگین اور ان کے ہمخیال صاحبان کی بات پر غور فرماویں۔ الزام نہ لگاؤ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جاوے۔

گورنمنٹ برطانیہ پادری ہنیں

میں جب دفتر اکونٹنٹ جنرل میں ملازم تھا تو وہاں ایک پادری صاحب کا بل بھی آیا کرتا تھا۔ جس میں بموجب قاعدہ کا ہے کوئی غلطی نکلتی تو رقم کاٹ دی جاتی یہ ایک معمولی ضابطہ کی بات تھی۔ لیکن ایک دفعہ مجھے وہ پادری صاحب اتفاقاً ملے تو اثنائے گفتگو میں فرمانے لگے اور بہت ناراضگی کے لہجہ میں کہ حکومت برطانیہ بالکل عیسائی نہیں ہے اس کے قوانین پادریوں کے واسطے تکلیف دہ ہیں۔ ان کی ناراضگی تو چند پیسوں کے متعلق ہی تھی۔ مگر دیکھا گیا کہ عموماً پادری صاحبان اپنی ناجائز خواہشات کو پورا نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں ہمعصر اخبار عام لکھتا ہے۔

"اخباروں میں وقتاً فوقتاً دیکھا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی انتظامی تجاویز پر مخالفانہ نکتہ چینی کی جاتی ہے لیکن سب سے عجیب الزام وہ ہے۔ جو بنارس کے پادری ٹی لا صاحب نے عاید کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی روش عیسائی مذہب سے منصفانہ برتاؤ کرے تو ہندوستان میں بہت جلدی تمام رعایا کرسچن ہو جائے لیکن افسوس کہ گورنمنٹ کی روش مخالفانہ ہے"۔

ہماری رائے میں پادری صاحب کا یہ الزام غلط ہے کہ گورنمنٹ کسی مذہب کے مخالف ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نہ کسی مذہب کے مخالف ہے نہ موافق ہے اور ایسا ہی اسے ہونا چاہیئے۔

یسوع کے متعلق بعض محقق پادریوں کی رائے

فری میسن ایک خفیہ سوسائیٹی کا نام ہے خفیہ سوسائٹیاں کسی نیک یا بد ارادے سے ہمیشہ ملکوں میں بنتی رہی ہیں۔ اور اس ابتداء کو بعض لوگوں نے حضرت سلیمان کی طرف یا دیگر بعض یہود کی طرف منسوب کیا ہے اس میں شک نہیں کہ یہودیوں کو پولٹیکل مشکلات کے وقت ایسی سوسائیٹیوں کے بنانے کی ضرورت ہوئی تھی۔ مگر ان کے درمیان ایک خفیہ سوسائیٹی جو ایسی کہلاتی تھی اور صرف مذہبی تھی۔ کسی پولٹیکل معاملہ میں دخل نہ دیتی تھی مدت سے چلی آتی تھی۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ یوحنا اور یسوع بھی انہیں سوسائیٹیوں کے ممبر تھے اور اسی واسطے یسوع کو ماسٹر کے لفظ سے بھی پکارا گیا ہے۔ جو فریمیسنوں کی اصطلاح ہے۔ کتاب کروسی فکشن سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یہ رائے صرف اس کتاب میں ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے محققین اس طرف گئے ہیں اور وہ اناجیل کو صرف ایک تمثیلی اور پُر استعارہ کلام یقین کرتے ہیں۔ چنانچہ پادری چارلس ویل صاحب نے بھی جو بلین میموریل چرچ کے واعظ ہیں اپنی کتاب میں اس امر کو بڑی صفائی سے قبول کیا ہے۔ کہ یسوع ایک پوشیدہ انجمن کا بڑا کارکن اور ماسٹر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یسوع نے اپنے حواریوں کو منع کیا تھا کہ میرے مسیح ہونے کی کسی کو خبر نہ کرو اور اپنے راز کی باتیں دوسرے کے آگے ذکر نہ کرو۔ استعارتاً دوسروں کو کتے اور سور کہا گیا ہے اور مراد وہ لوگ ہیں جو ان راز کی باتوں میں ان کے ساتھ شامل نہ تھے اس کتاب کے صفحہ ۵۷ میں لکھا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد پچاس سال تک لوگوں میں نمودار ہوتا رہا اور قدیم عیسائیوں کے درمیان سے ایک روایت بدیں الفاظ ہی چلی آتی ہے۔ کہ بہت سالوں تک بعد واقعہ صلیب وہ زندہ رہا واقعہ قبر بھی ایک حالت بے ہوشی کی ریاضت تھی۔ جو اس قسم کے فرقہ میں ضروری سب کو برداشت کرنی پڑتی تھی (صفحہ ۱۲۸) اور کنواری سے پیدائش ایک استعارہ تھا۔ جیساکہ ہند میں بعض خاندان سورج کی اولاد اور چاند کی اولاد کہلاتے ہیں (صفحہ ۱۳۳) مسیح اس خفیہ سلسلہ کے اعلےٰ سردار کا نام ہوتا تھا انجیلوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے یہ اصلی واقعات نہیں ہیں۔ گویہ سچ ہے۔ کہ یسوع کی زندگی کے بعض واقعات کی بنا پر یہ کتابیں بطور ایک نصیحت آمیز قصے کے لکھی گئی ہیں (صفحہ ۱۳۸)

Crucifixion by an Eye Witness

انجیل فتح بر صلیب۔ جو حال میں انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر ملک امریکہ میں شائع ہوئی ہے اور انگریزی زبان میں دفتر بدر ایجنسی سے بقیمت ۸/ فی نسخہ ملسکتی ہے اس کا ترجمہ اردو بھی چھپ رہا ہے اور عنقریب شائع کیا جائیگا۔ خریدار اپنی درخواستیں بھیجیں۔

The ancient mysteries and modern masonry by Rev. Charles H. Vail published by Macoy Publishing & Masonic Supply Co. New York City U.S.A. price Rs 3/4

اے مسیحا جلد آ

عیسائیوں میں یوں تو بہت سے اور بے شمار فرقے ہیں۔ لیکن ان فرقوں کے اندر بھی پھر تقسیم ہوئی ہے اور یہ تقسیم آمد مسیح کے معاملہ میں تمام عیسائی فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کرتی ہے ایک فرقہ تو یہ کہتا ہے۔ کہ پیشتر اس کے کہ مسیح آئے۔ ہمیں سر توڑ کوشش کرنی چاہیئے اور دنیا بھر کو عیسائی بنانا چاہیئے۔ جب تک کل دنیا عیسائی ہو نہیں جاتی۔ تب تک مسیح کا آنا محال ہے۔ دوسرا فرقہ اس خیال کے برخلاف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام دنیا اس وقت تک عیسائی نہیں ہو سکتی جب تک مسیح پھر نہیں آتا اسلئے ہمیں بجائے اس کے کہ لوگوں کو عیسائی کرتے پھریں۔ مسیح کے جلد آنے کے لئے دن رات دعائیں کرنی چاہئیں۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ اگر مسیح نے اسوقت ہی آنا ہے۔ جب تمام دنیا عیسائی بن جاوے تو پھر اس کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے مسیح کے آنے کی تب ضرورت ہے۔ جب سب لوگ گناہوں میں پھنسے ہوں اس فرقہ کے لوگ اپنی اخبار و

میں پیہاپر لکھ رہے ہیں کہ تمام عیسائی یک لخت چلائیں اور چیخیں اور رو دیں کہ اے مسیح اب آؤ۔ زیادہ انتظار مت کراؤ۔ آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پک گئیں آپ کی بھیڑیں تکلیف میں ہیں"۔ غرضیکہ اس خیال کا فرقہ دن رات مسیح کے جلد آنے کے لئے دست بدعا رہتا ہے مگر یہ دُعا تو کبھی قبول ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی حضرۃ عیسیٰ فوت ہو گئے اور پھر کبھی دنیا میں نہ آئیں گے جس نے آنا تھا وہ آگیا اور اپنا کام کر کے واپس بھی چلا گیا

یسوعی اخلاق

یسوع کی حلیم بھیڑ نور افشاں نام جو لودیانہ سے ہفتہ وار اپنی آواز بلند کرتی ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کے مضامین اختلافات بائیبل وغیرہ پر کھسیانی ہو کر ۱۱۔ اپریل ۱۳ء کے پرچہ میں یوں دُر افشاں ہے کہ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی آئیں۔ بائیں۔ شائیں۔ سبحان اللہ۔ کیا مہذب کلام ہے جو انجیلی لٹریچر کا اصلی نچوڑ اور یسوعی تعلیم کا اعلےٰ نمونہ کہلا سکتا ہے۔ معلوم نہیں کہ احمدیوں کی شکلوں اور ان کی قلموں میں کیا تاثیر ہے کہ ان کے دیکھتے ہی یسوعی صاحبان جلدی سے اخلاقی چغہ اتار پھینک کے اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

اہل اسلام کس خطرے میں ہیں

یہ خوشی کی بات ہے کہ مسلمان یسوعی مشنریوں کے خطرے سے دن بدن آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ معزز ہمعصر البشیر رقمطراز ہے:۔

"ادھر تو دول یورپ کی یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ہم سے دنیا کی سلطنتیں لے لی جائیں اور ہم مثل یہودیوں کے ذلیل و خوار اور نرے تجارتی گروہ بنا دئے جائیں اور مسیحی مشن اپنی جان توڑ کوششوں سے نہ صرف ہندوستان چین۔ جاوا۔ بلکہ افریقہ کے ریگستانوں مصر کے سدا بہار وادیوں۔ سوڈان کے پُر خار جنگلوں میں یہ تہیہ کئے ہوئے بیٹھا ہے کہ اسلام کو زوال پہونچائے۔ سال گذشتہ والی شاہ جرمن اور جرمنی افریقی پادری کی گفتگو ہمارے کانوں میں اب تک سنسنی پیدا کر رہی ہے لیکن وہ گفتگو دراصل ان کوششوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اسلام کو زک دینے کے لئے اس وقت والے۔ دمے۔ قلمے۔ قدمے مشنری سوسائٹیاں اور پادری صاحبان کر رہے ہیں ایک پادری صاحب اپنے وعظ کے دوران میں قاہرہ میں فرماتے ہیں کہ اس وقت افریقہ میں ایک ثلث مسلمان ہیں۔ اور اگرچہ مصر کے سے ہر مقام کے مسلمان سخت نہیں۔ لیکن خوف ہے کہ یہ بھی بہت جلد سخت ہو جائیں گے لیکن خدا ان کی ترقیوں کو مختلف طریقوں سے روک رہا ہے اور اگر شمالی افریقہ میں ان کی سلطنتوں کا زوال ان کو کمزور بنا دے گا تو وسط افریقہ ہماری کوششیں ان کو پھولنے پھلنے نہ دینگی۔

آج عیسائی ہر طرح اس کوشش میں ہیں کہ اسلام کا وجود دنیا میں باقی نہ چھوڑیں۔ اور اگرچہ اس میں وہ سختیاں جھیلتے ہیں مصیبتیں اٹھاتے۔ تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن اپنی ہمت نہیں ہارتے آہ ایک ہم ہیں کہ کام کرینگے کم اور دکھائیں گے بہت جس کا بدیہی ثبوت ہم اپنے کسی پچھلے پرچے میں دے چکے ہیں کہ قسمت سے ہیل کمنٹ کے گرد و نواح میں تبلیغ و ہدایت کی اسلامی انجمنیں متعدد شہروں میں قائم ہیں لیکن اس قسمت میں پادریوں اور آریوں کو پچھلے برسوں میں زیادہ کامیابیاں ہوئی ہیں۔ کاش ان کی جانفشاں کوششوں سے سبق لیں اور ان سے نہیں تو کم از کم اپنے افریقی بھائیوں کی جانفشاں کوششوں سے نصیحت حاصل کریں جو باوجود اپنی مالی اور عملی کمزوریوں۔ سیاسی اور ملکی خانہ جنگیوں کے بھی عیسائیوں کا دندان شکن جواب دے رہے ہیں اور ان کو اب تک کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ ابھی اس ملک میں کہیں ایسی بستیاں مسلمانوں کی ہیں۔ جہاں شاہ صاحب یا پیر جی کی قوم کی ہوتی چھری ذبح کرنے کے لئے رکھی ہوئی ہے اور گو ختنہ مسلمان وہاں بستے ہیں۔ جن کو نہ مذہب کا علم ہے اور نہ غرض۔ اور ان کا کیا نتیجہ ہونے والا ہے اس کا کسی کو احساس نہیں ہے۔"

اسلام کا سیاسی غلبہ

خواجہ صاحب کی اس تحریر پر کہ یورپ کے لوگ اسلام اور اہل اسلام کو مٹا دینے کے درپے ہیں ایک امرتسری مولوی صاحب یہ نوٹ چڑھاتے ہیں کہ جہ مکنہ صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر اسلام کا غلبہ کامل مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور بعد میں مرزا صاحب نے خود مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا مگر سیاسی غلبہ اسلام نہیں ہوا اس واسطے ان کا دعوےٰ غلط ہوا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ جن امور کو حضرت اقدس خود اپنی کتابوں میں بوضاحت تمام ظاہر کر چکے ہیں ان پر جان بوجھ کر بار بار اخفائے حق کے لئے خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے تو براہین میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح آسمان سے آئے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک کہ خدا تعالیٰ نے ان پر یہ بات بذریعہ وحی پاک کے نہ کھول دی کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح تو یہی ہے اور مسیح کی آمد سیاسی غلبہ کے واسطے نہیں بلکہ روحانی غلبہ کے واسطے ہے تب تک وہ تمام خیالات میں اپنے ملک کے مولویوں کے ساتھ ہم خیال تھے اور اس میں کوئی ہرج کی بات نہیں بلکہ یہ ان کی سچائی کا نشان ہے کہ ان کا کاروبار کسی منصوبہ کی بنا پر نہ تھا بلکہ محض مشیت ایزدی کے نیچے۔ سو جب سے حضرت مرزا صاحب کا ظہور ہوا ہے۔ دین عیسوی کا بطلان دن بدن ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ خود یورپ امریکہ میں اس سے بیزاری ہو رہی ہے اور ابھی آگے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ کس کس کو اس پاک دین میں مسیح اور اس کے خدام کے طفیل داخل کرے گا۔ ہاں جن لوگوں نے یہودیت کا رنگ اختیار کر لیا ہے وہ مطابق سنت ذلیل ہوں گے ہلاک ہوں گے ان کے مٹنے سے اسلام نہیں مٹ سکتا بلکہ اسلام کی جماعت پاک صاف ہو کر پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ چمکے گی یہ تحریر امرتسری صاحب کی تحریر کا ہے۔ جنھوں نے خود اس پر لکھا ہے کہ ٹھنڈے ملک میں ہیں ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ امید نہیں کہ خواجہ صاحب انہیں قابل خطاب سمجھیں۔ اسواسطے تھوڑا سا ہم نے لکھا ہے۔ باقی کچھ دہلی کے گرم ملک سے گرم تحفہ بھی پہنچ رہا ہے جو

چشمہ حیات

آجکل ناعاقبت اندیشی اور نادانی کے سبب بچپن کی خود کاریوں کی افراط نوجوانوں میں پائی جاتی ہے اور سستی جاتی ان کے شر اور نقصان سے آگاہ کرنے اور نقصان یافتوں کو اطلاع کرنے کے واسطے حکیم زاہد

حیرت صاحب گڑھ سفید امرتسر نے یہ کتاب لکھی اس کا مطالعہ امید ہے کہ نوجوانوں کے واسطے بہت مفید ہو۔ کتاب حکیم صاحب موصوف سے بقیمت ۸ ؍ فی نسخہ ملسکتی ہے ٭

روئداد جلسہ موضع لودھی ننگل

مکرم ناظرین! ہماری مدت سے آرزو تھی۔ کہ اس نواح میں عقائد احمدیہ کی اشاعت ہو۔ سو بفضل خدا ۴-۵-۶ و ۱۰ اپریل ۱۹۱۳ء کو قادیان دارالامان سے بزرگان دین عزّ ورود لائے اور سرزمین نواحی ہذا کو مستفیض فرمایا۔ بروز جمعہ خطبہ میں مولوی غلام محمد صاحب نے وعظ بیان فرمایا۔ جس میں پنج بنا اسلام کے معارف بیان فرما کر بڑا محظوظ کیا۔ آپ کی تلاوت قرآن نے عام وخاص پر خوب اثر پیدا کیا۔ بعد ازاں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ نے مضمون شناخت مذہب حق کا ایک حصہ کل پر چھوڑا۔

اگلے روز صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تشریف آور ہوئے۔ آپ نے مختصر سا مضمون سنایا کہ مذہب حق کی شناخت یہ ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہمکلام کردے سو یہ خوبی اسلام میں ہے۔ جس پر سامعین کے کان کھڑے ہو گئے۔

چونکہ آریہ صاحبان وغیرہ بھی درمیان تھے۔ اس واسطے شیخ عبدالرحمان صاحب نے باقی مضمون سُنایا۔ جس پر آریہ صاحبان نے کچھ کچھ اعتراض کئے۔ جن کا جواب صاحبزادہ صاحب نے ایسی طرز سے دیا کہ آریہ صاحبان خوش وقت ہوئے۔ پھر شیخ عبدالقدوس صاحب نے نہہ کلنک اوتار کی بابت رگ وید کے منتروں اور حوالہ پُرانوں سے تصدیق کی۔ جس پر آریہ صاحبان نے خوب رد وکد کی۔ مگر شیخ عبدالقدوس صاحب ادن کی نسبت لیاقت میں کہیں زیادہ ہیں۔ آپ نے آریہ صاحبان کی خوب تسکین کی۔

اگلے روز ایک ممبر احمدی ساکن فتحگڈھ کی درخواست پر اوس قصبہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں سید عبدالحی عرب صاحب نے امام مہدی کی شناخت میں عربی زبان میں تقریر فرمائی۔ نمائندان علماء فتحگڈھ سے بعض لوگوں نے رپورٹ دی کہ عرب صاحب نے ہمیں عربی زبان میں گالیاں دی ہیں۔ چونکہ رپورٹ جھوٹی تھی۔ اس پر کچھ توجہ نہ ہوئی۔ پھر صاحبزادہ صاحب نے علماء کی توجہ کے لئے عمدہ مضمون بیان کیا۔ وہاں صاحبزادہ صاحب بمعہ رفقا تین گھنٹے ٹہرے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ہمکلام ہو۔ لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ صاحبزادہ عبدالحی فتحگڈھی جب قادیان شریف اپنی بیماری دماغی کا علاج کرانے گئے تھے تو آپ کی بہت آؤ بھگت ہوئی تھی یہاں آپ نے اوس احسان کا معاوضہ خوب کیا کہ تھانہ میں مخالفانہ رپٹ دے دی۔ افسوس! الغرض صاحبزادہ صاحب دعوت کے بعد لودھی ننگل میں واپس رونق افروز ہوئے۔ یہ تیسرا روز جلسہ کا تھا۔ بڑی بھیڑ بھاڑ ہوئی۔ ہر مذہب کے لوگ موجود تھے۔ احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے وارد ہو گئے تھے۔

اس روز حافظ روشن علی صاحب کا وعظ ہوا۔ جس میں انبیاء۔ اولیاء کے نظائر سے سلسلہ احمدیہ کا خوب ثبوت دیا گیا تھا۔ آپ کے تلاوت قرآن اور حسن بیان نے مخالفوں کو بھی متاثر کیا۔

علاوہ بریں شیخ عبداللہ صاحب نومسلم اور مولوی فتح الدین صاحب ساکن دہرم کوٹ بگہ وغیرہم اکثر اصحاب نے عمدہ تصفیہ قلوب فرمایا۔

بالآخر صاحبزادہ سیّدی بشیر الدین محمود احمد صاحب بالقابہ نے بڑا وسیع مضمون بیان فرمایا۔ جس میں بڑی متانت سے اپنے وعدے کا ایفا فرمایا۔ یہ مضمون قلمبند کیا گیا تھا۔ انشاء اللہ تعالےٰ مطبوع ہو گا۔

رات کا کھانا آپ نے قصبہ تیجہ کلاں میں مولوی عبدالعزیز صاحب اور منشی اسد اللہ صاحب کے مکان پر تناول فرمایا اور پھر واپس تشریف لائے اس رات موضع لودھی ننگل میں اکثر لوگ بیعت کے واسطے خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے اسماء قلمبند کر لئے اور فرمایا کہ بیعت خلیفۃ المسیح کے حضور کرنا اس وقت آپ نے ضرورت بیعت اور حقیقت بیعت اور باقی امور متعلقہ کی حقیقت اس طور سے بیان فرمائی۔ کہ کم فہم لوگ بھی سمجھ گئے اور بڑے شوق سے وعدہ کیا کہ فصل کاٹ کر قادیان شریف چلکر بیعت کرینگے۔ انشاء اللہ۔ الحمدللہ یہی مدعا تھا سو بہت عمدہ نتیجہ نکلا۔ وداع کے وقت آپ کو نذرانہ دیا گیا مگر آپ نے صرف کرایہ رفقائے لیا اور اپنا کرایہ اپنی گرہ سے ادا کیا۔ سبحان اللہ۔ ان لوگوں نے اپنی سب تعاس خدا اور رسول پر نثار کر دئے ہیں اللّٰھم صل علےٰ محمدٍ۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ میری اُمت سے ایک طائفہ منصور رہیگا جن کا مخالف اونکو ضرر نہ دے سکیگا وہی سب پر غالب رہیں گے۔ ہمارے اس ملک ہندوستان و پنجاب وغیرہ میں اوّل طائفہ منصور ہر چار مذاہب اہل سنت وجماعت تھے وہ تمام خوب علماء و مشائخ۔ عابد۔ زاہد پرہیز گار تھے۔ جب اون میں قبر پرستی۔ تعزیہ پرستی وغیرہ خلاف توحید شرکیہ امور نے ظہور کیا اور رسوم خلاف سنت پیدا ہو گئیں اور دین میں ہر طرح سستی ہونے لگی تو پھر اہلحدیث کو خدا تعالیٰ نے وہ تمام خطاب دیکر ظاہر فرمایا بڑے رد وکد کے بعد آخر وہ غالب ہو گئے بہت سے فتنے ظہور میں آئے مگر وہ مظفر و منصور ہوئے۔

چونکہ اہل حدیث میں بعض غلطیاں نہایت مخفی تھیں مثلاً برخلاف منہاج نبوت کے وہ صرف حضرت عیسیٰ کو زندہ قرار دیتے تھے اور باقی انبیاء کو مردہ خیال کرتے تھے ایسا ہی دجّال کی نسبت خیال کرتے تھے کہ وہ مردونکو زندہ کرے گا۔ انگوریاں اُگائے گا۔ مینہہ برسائیگا حالانکہ یہ صفات خاصہ ذات باریتعالیٰ تھے۔ اور انھیں صفات کی حقیقت سے وہ ہر چہار مذاہب سے علیحدہ کئے گئے تھے۔ مگر یہاں اونھوں نے بھی لغزش کھائی ہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ خیال کہ وہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ رسول اللہ کے بعد نازل ہوگا اور خاتم الانبیاء بن جائے گا۔ غلط خیال تھا لہٰذا ان سخت غلطیوں کی اصلاح کے لئے اس وقت طائفہ منصور جماعت احمدی ہے۔ جس کے امیر جناب مسیح موعود مرزا غلام احمدؐ صاحب مرحوم اور خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب مہدی وقت اور صاحبزادگان بشیر الدین محمود احمدؐ مثیر امام الزمان وغیرہم نے تمام دلوں کو فتح کر لیا ہے۔ خدا منداں کی کوششیں مقبول فرمائے۔ آمین

الملتمس

خاکسار نور احمد طبیب از مقام لودھی ننگل
مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۳ء

کلام امیر

اخروی عذاب کا نظارہ دنیا میں

درس قرآن میں آیات ذیل کا موقعہ تھا ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاٰکلون من شجر من زقوم ۰ فمالئون منھا البطون ۰ فشاربون علیه من حمیم ۰ فشاربون شرب الھیم ۰

ترجمہ پھر تم اے گمراہ اور مکذب لوگو! ضرور کھاؤ گے تھوہر کے درخت سے پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اسپر گرم پانی پینا ہوگا اور اسطرح پیو گے جسطرح پیاسا اونٹ بے تکا ہوکر پانی پیتا ہے۔"

اسپر فرمایا میں نے ایک شخص کو ایک بے نماز دکھلایا جس کے گلے میں ایک زخم آتشک کا تھا جس میں پیپ بھری ہوئی تھی اور اس کا کھانا پینا پیپ سے آلودہ ہوکر اندر جاتا تھا اسطرح سے پیپ کھانے کا عذاب میں نے دنیا میں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے اس سے ڈرنا چاہیئے

جب میں جوان تھا مجھے طب کا بھی شوق تھا ایک شخص میرے پاس آتشک زدہ آیا مجھے خیال آیا کہ جو کھنوا کر اس میں تھوہر کا دودھ جذب کر کے گولیاں بنائیں۔ میں نے اُسے طعام الاثیم (یعنی گنہگاروں کی غذا) سمجھ کر اُسکو بھی وہ گولی دی اسنے اُس کو گھبرا دیا اور کہنے لگا میرے اندر تو آگ لگ گئی ہے پانی دو پھر میں نے (اس آیت کا خیال کر کے) گرم پانی چند گھونٹ پلا دیا اس کو قے اور دست شروع ہو گئے مگر آتشک اچھا ہوگیا

صفات باریتعالیٰ

سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ فرمایا کہ جو چیز نئی دنیا میں آتی ہے کیسی پاکیزگی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ جب یہ پتے گرے تھے کیسی خراب شکل تھی (جس درخت کے نیچے کھڑے ہوکر درس فرما رہے تھے اُسکی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا) جب نئے پتے نکلتے ہیں کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اروڑیوں پر کیسا گند ہوتا ہے مگر وہاں بھی جو پتہ نکلتا ہے کیسا صاف ہوتا ہے جب بارش کا پانی برستا ہے کیسا صاف ہوتا ہے۔ ماں کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے کیسا مصفا اور بے عیب ہوتا ہے۔ نہ شرک ہوتا ہے نہ بے ایمان ہوتا ہے بھینسوں اور کتیوں کے چھوٹے بچوں میں جو خوبصورتی پائی جاتی ہے وہ بڑوں میں نہیں پائی جاتی۔ اگر یہ انجیم نہوں کیسی وقت ہو کان سے کیسی باتیں سنتے ہیں زبان سے کیسی پاک باتیں نکلتی ہیں۔ خدا کے ہاں سے سب چیزیں پاک آتی ہیں سبح للہ ہر چیز اللہ کی پاکیزگی بیان کر رہی ہے۔

میرے پاس کوئی ایسا چاقو نہیں جس سے میں اپنا دل چیر کر تمھیں دکھلا سکوں کہ مجھے قرآن سے کس قدر محبت اور پیار ہے قرآن کا ایک ایک حرف کیسا عمدہ اور پیارا لگتا ہے مجھے قرآن کے ذریعہ سے بڑی بڑی فرحتوں کے مقام پر پہنچایا جاتا ہے دنیا میں جتنی حکمتیں بنی ہوئی ہیں سب اسی حکیم کی بنائی ہوئی ہیں له ملک السموات والارض یحیی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر۔ وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ ہر گھڑی میں پیدا بھی ہو رہے ہیں اور مر بھی رہے ہیں کوئی ایسا نہ پیدا ہوا جو موت کی دوا کرے یا کسی انسان کو پیدا ہی کر سکے موت سے بچنے کے لئے بادشاہوں نے فوجیں رکھیں ہتھیار اور قلعے بنائے دوائیں اور منتر اور ختم .... اور انتظام بنائے یہ سب کچھ ہوا مگر کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی اس سے بچا ہو۔ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن ط

اللہ تعالیٰ کی یہ چار صفتیں ہر وقت رہتی ہیں۔ اللہ اول ہے اور جس وقت وہ اول ہے اسی وقت آخر بھی ہے اور ظاہر بھی اور باطن بھی ھو الاول کے یہ معنی غلط کئے گئے ہیں کہ ایک وقت میں خدا اکیلا تھا پھر جہان بنایا۔ دیانندیوں نے بھی غلطی کی ہے کہ کہا کہ چار ارب سال ہو گیا۔ حالانکہ اگر مہاں سنکھ کو مہاں سنکھ میں مہا سنکھ دفعہ بھی ضرب دیں تب بھی خدا کی ہستی کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ مگر قربان جاسیئے الحمد شریف کے جسنے رب العلمین فرما کر فیصلہ کر دیا۔ سب لوگوں نے جہاں کی تاریخیں لکھیں مگر قرآن نے اس کو چھوڑ دیا عیسائی بڑے بے ہنگم مورخ ہیں سات آٹھ ہزار سے پیچھے ہی رہتے ہیں۔ پانڈوں کی لڑائی مسیح سے چار ہزار برس پہلے ہوئی قرآن کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ اللہ جلشانہٗ کے بنانے کی کوئی تاریخ ہی نہیں بتائی دراصل کوئی ہے ہی نہیں آج بھی اللہ اول ہے اور آج ہی آخر بھی ہے جس وقت وہ مجھکو بنا رہا تھا نطفہ سے بھی پہلے بقول ؎

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام الخ

کے جبکہ اناج تھا پھر روٹی بنی۔ خون بنا نطفہ بنا۔ غرض کہ جس وقت وہ بنا رہا تھا جتنا حصہ میرا بن چکا تھا اُن سب وقتوں میں ربوبیت سے میری حفاظت فرماتا رہا

وہ ہر چیز کے بنانے کے وقت اسکی ابتداء اوسط اور انتہا میں موجود ہوتا ہے

اَوَّل۔ لیس قبلہٗ شیء (جس سے پہلے کوئی شے نہ تھی)

آخِر۔ لیس بعدہٗ شیء (جس کے بعد کوئی شے نہیں)

الظاھر۔ لیس فوقہٗ شیء (اسپر کسی وقت کوئی حکمران نہیں)

الباطن لیس دونہٗ شیء

اللہ کی ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت اس سے کوئی الگ چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسی کوئی چیز نہیں جسپر اللہ کی ان صفات کا تسلط نہو لوگوں نے اس بات پر ہنسی اُڑائی ہے کہ تم ہمیشہ کا بہشت کس طرح لوگے جبکہ صرف خدا ہی پیچھے رہجائیگا رب رحمٰن رحیم مالک یہ چاروں صفتیں کبھی خالی نہیں رہتیں۔ زمانہ ہر وقت فنا ہوتا رہتا ہے ماضی مر گیا۔ مستقبل دنیا پر آیا نہیں حال کا کوئی زمانہ ہی نہیں یہ زمانہ جو ہر وقت فنا ہوتا ہے اس کے اول۔ آخر خدا ہی ہے۔ ہر آن میں خدا ہی ہمارے ساتھ ہے یہ معنی سوائے قرآن کریم کے اور کسیکو نہیں آتے (نوٹ)

مظہر جان جاناں

فرمایا ایک دفعہ حضرت مظہر جان جاناں کے پاس جوتا نہ تھا عادت نہ تھی کہ کسی کے آگے اپنی حاجت یا حالت کو ظاہر کریں۔ ایک مخلص مرید نے دعوت کی آپ نے عذر کر دیا۔ تاکہ برہنگی پا کسی پر ظاہر نہ ہو وہ بہت منت

اس سے پتہ لگانا چاہا کہ وجہ کیا ہے اور جو معلوم ہوا تو بے اختیار رو پڑا۔ تب حضرت نے ایک شعر کہا

ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی من
بچشم آبلہ کردہ برہنہ پائی من

نصیحت

برادر مکرم منشی فرزند علی کو حضرت خلیفۃ المسیح نے ۲۰۔ اپریل کی صبح بوقت رخصت مفصلہ ذیل نصیحت لکھ کر دی۔

اوصیک بتقوی اللہ فقد فاز المتقون ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

قرآن مجید پڑھو اور اسکا تدبر کرتے رہو دعائیں مانگو قرآن کریم پر عمل کرتے رہو۔ قرآن کریم خلقت کو پہنچاؤ

مرزا صاحب کی کتابیں ہمیشہ مدنظر رہیں

مخلوق کیساتھ خوش معاملگی ہو

افسروں کو ناراض مت رکھو

خونی وزیر و جنٹلمین چور

مرحوم مولوی غلام قادر صاحب فصیح کو انگریزی کتابوں بالخصوص ناولوں کے عمدہ سلیس ترجمہ کرنے میں بہت دسترس حاصل تھی بہت سی کتابیں اُنھوں نے ترجمہ کی ہیں خود بھی تالیف کی ہیں۔

اسوقت ان کے مولفہ دو ناول میرے سامنے ہیں **خونی وزیر** اور **جنٹلمین چور**۔ قیمت ایک روپیہ اور بارہ آنہ علی التواتر۔ پڑھنے والوں کے واسطے یہ ہر دو دلچسپی سے خالی نہوں گے۔ ہر دو کا پلاٹ خوب ہے اور عبارت بر جستہ ہے۔ ہر دو اخلاقی ناول ہیں اور سبق خیز۔ ملنے کا پتہ

شفیق فیض محمد صاحب منیجر رسالہ تشحیذ[illegible] اسلام میرٹھ

[illegible] گوشہ

ایڈیٹوریل

چھوت اور ہندو مسلمانوں کا اتفاق

ہندو قوم کی قومیت کے برقرار رکھنے میں سب سے زبردست قومی شعار ہندو چھوت کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ ان کتب میں جو مسلمہ طور پر ہندو دھرم کے مذہبی اصول کی بنیاد ہیں اس مسئلہ کا وجود نہیں پایا جاتا لیکن آفریں ہے اُن متاخرین قوم پرستوں پر جنھوں نے نہایت دور اندیشی سے اس نہایت مفید اور ضروری مسئلہ کو قوم کے اندر رواج دیدیا۔ یہ ادعا غلط محض ہے کہ مسلمانوں کے عہد حکومت سے پہلے ہندوؤں میں بین الاقوامی منافرت کا یہ سسٹم مروج تھا البتہ بعض قوموں یا شخصوں میں دوسروں کی مکروہ اور حرام چیزوں کا استعمال اُن سے نفرت کا موجب ضرور ہوتا رہا مگر وہ نفرت مقامی عارضی اور وقتی ہوتی تھی نہ کہ دوامی اور مستقل اس بات کے ماننے میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے اس ملک میں حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد سے پہلے پہلے بعض خیالی مذہبی مسائل کی بنا پر بعض شخصوں نے بوجہ نجاست اعتقادی یعنی بُت پرستی وغیرہ اور بوجہ نجاست اور حرامخوری جیسے مردہ جانور۔ حرام۔ سور اور اسی قسم کی غیر مشروع اشیاء کے استعمال کیوجہ سے نفرت کو جائز سمجھا اور یہ نفرت خورد و نوش اور رشتہ و ناطہ کے تعلقات پر مساوی کے قریب قریب حاوی رہی لیکن اکبری زمانہ نے ان تمام قسم کی نفرتوں کو دُور کرنے کی کوشش کی چنانچہ مشرکانہ نجاست کی نفرت کو تو معزز ہندو خاندانوں سے شادیاں حاصل کرکے ایسا دور کیا کہ حاکم و محکوم کو ایک برابری کے سطح پر کھڑا کر دیا اور بد عقیدہ حرامخوری کے سوا جو عقیدہ کے مذہبی اور خیالی سمجھے گئے تھے اُن سبکو منسوخ از عمل کر دیا۔ اس شہنشاہ نے ہندو معاشرت اور قومیت کی کانسٹیٹیوشن کو نہایت عمیق طور پر دیکھ لیا تھا۔ اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ **ہندو** دراصل کوئی خاص مذہب نہیں بلکہ ایک نیم مذہبی رنگ میں قومیت کا ایک وسیع شیرازہ ہے اور چند خاص اصولوں کے ماتحت یہ ہر ایک مخالف موافق کو بلا لحاظ وتخصیص مذہب وملت اپنے اندر جذب اور ہضم کر سکتا ہے۔ چنانچہ بُت پرست۔ خدا پرست دہریہ اور بیسیوں قسم کے مختلف العقائد فرقے اور مذہب ہندو لفظ کی وسعت کے ظل میں برابر پرورش پا رہے ہیں۔ اُس شہنشاہ نے اس کی طبیعت کو شناخت کرکے اس کوشش میں کامیابی حاصل کی کہ مسلمان بھی اُس میں شامل ہو جائیں اُس نے جہاں ایکطرف مسلمانوں کے دلوں سے محکوم قوم کی بانسبت اعتقادی اور مذہبی نفرت اُٹھا کر اُنھیں اُن کے رشتے قبول کرنے پر آمادہ کر لیا وہاں دوسری طرف ہندوؤں کو اُن کے ساتھ قومی یکجہتی اور ناطہ داری پر طیار بنا دیا۔ پھر دونوں فریقوں کے دلوں سے نفرت دور ہو گئی۔ لیکن اس کے بعد کے زمانے میں اس صورت تمدن کو قائم نہ رکھ سکے۔ ہوا کے اس رُخ کو دیکھ کر ہندو عقلمندوں نے اسوقت سے ایک رنگ منافرت یعنی چھوت کی ایک صورت دبے پاؤں قوم میں نفخ کرنے کی کوشش شروع کر دی جو دبی ہوئی آگ کیطرح اندر ہی اندر چھپے سے سلگتی رہی۔ پھر جب موقعہ آیا تو وہ پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہو گئی

درحقیقت ہندو قوم کے لئے یہ چھوت ایک بڑی بھاری نیکی ہے جو اُن بزرگوں نے کی اور انھیں ہمیشہ اُن کا مشکور رہنا چاہیئے یہ چھوت قوم کی جان اور ایمان ہے اس کی بدولت ہندو قوم قائم ہے۔ اگرچہ یہ کوئی مذہبی حقیقت نہیں لیکن اگر اس کو مذہب کے رنگ میں نہ رنگا جاتا تو اس کی زندگی محال تھی اور یہ اُن بزرگ موجدان چھوت کی دور اندیشی کا نتیجہ ہے۔ جہانتک کہ مذہب کے تعلق سے چھوت کو دیکھا جاتا ہو تو یہ ایک نہایت مضر اور اُس کی اشاعت اور ترقیات کو روکنے والی چیز ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندو حیثیت مذہبی میں چھوت کے حلول سے یہ کبھی نمو کی موج پیدا نہیں ہوئی اور اس کی آڑ میں آکر مذہب اپنی اصلی صورت اور مردانہ وقار کھو بیٹھا ہے۔

اور جب ہم اس کے استقلال کے دوائر کو مطالعہ کرتے

ہیں تو ہمارا یقین اور بھی واثق ہو جاتا ہے کہ یہ چھوت مذہب سے تعلق نہیں رکھتی - یہ ایک پولیٹیکل قوم افزائی ہے اس کا ثبوت بہت صاف و صریح ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا عمل ہندو لفظ کے وسیع پولیٹیکل دائرے میں ہو رہا ہے - جو لوگ ہندو لفظ کے احاطے میں تسلیم ہو گئے ہیں وہ سب اسکو برابر استعمال کرتے ہیں اور اُن کے اندر باہمی طور پر کتنا بڑا مذہبی تضاد بھی کیوں نہو لیکن اُس کی کوئی پرواہ نہیں کیجاتی - مثلاً اہل سناتن دھرم بُت پرستی کے موید اور اُن کے ٹھیک مد مقابل سکھ خدا کو واحد ماننے والے اور اپنے نرالے رنگ میں رنگین آریہ اور خدا کو نہ ماننے والے دہریہ - جین - شاکت وغیرہ سب مذہباً ایک دوسرے کے مخالف ہیں مگر ایک دوست سے چھوت اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کو ہندو کہا جاتا ہے اور اُن کے نام ہندو اسماء کے مطابق رکھے جاتے ہیں - اس یگانگت کیوجہ یہ قرار دی جاتی ہے کہ یہ سب ہندوستان کے پُرانے باشندے ہیں - لیکن کوئی معقول دلیل اس مختلف رنگی میں ہم رنگی کی نہیں دیجاتی ۔

اس چھوت کا اصل معمول صرف مسلمان ہیں یعنی یہ چھوت ہر رنگ میں مسلمانوں کے برخلاف استعمال کیجاتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اہل ہنود اُن تمام احسانات کو فراموش کر بیٹھے ہیں جو مسلمانوں نے ہر زمانہ اقتدار میں اپنر کئے ہیں - ان احسانات کی زندہ دلیل تو یہ ہے کہ ہندوستان کی اتنی وسیع اور کثیر ہندو ریاستیں سب مسلمانوں کی فیض رسانیوں کی باقی یادگاریں ہیں - ہر ایک ریاست کی تاریخ دیکھ لو پھر صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ اُس کے قائم رکھنے اور عطا کرنے میں مسلمانوں نے ہندوؤں سے کیسی فراخدلی اور احسانمندی سے برتاؤ کیا - ورنہ اگر وہ اُس وقت "تنگ نظری" سے کام لیتے تو تمام ریاستیں علاقہ خالصہ میں شامل کر لیتے اور آج ایک ہندو ریاست بھی نظر نہ آتی - اور بھی بہت سی اسی ضمن کی باتیں ہیں لیکن یہاں یہ مقصود نہیں کہ ہم پُرانی پوتھیں کھولیں بلکہ ہماری غرض صرف "مسئلہ چھوت" تک محدود ہے اور چھوت کی مسلمانوں سے تخصیص ایک پولیٹیکل علیحدگی پر مبنی ہے

یہ جو انگریزوں سے بھی چھوت کے بعض جگہ نمونہ نظر آ رہے ہیں یہ سراسر غیر حقیقی اور عارضی اور نقلی ہیں چونکہ ایک عام عادت اہل ہنود میں مسلمانوں سے چھوت کی اُنھیں غیر ہندو سمجھ کر ہو گئی تھی اس لئے اُسی عادت سے جب تک انگریزوں سے اجنبیت رہی چھوت بطور عادت کے روا رکھی گئی لیکن جیسے جیسے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہے اُن کے مقابل چھوت کا استعمال مفقود ہوتا جاتا ہے - ہزارہا ہندو جو ولایت جاتے ہیں انگریزوں سے کوئی چھوت نہیں کرتے ۔

چھوت کا برتاؤ نہایت متکبرانہ رنگ رکھتا ہے اس نے ہندوؤں کے مقابل میں مسلمانوں کی تمام بڑائی اور عزت اور عظمت اور وجاہت و قومیت کو خاک میں مِلا دیا ہے اور اُن کے قومی وقار پر ازالہ حیثیت عرفی اور توہین کی ایسی چھری چلائی ہے کہ جس کے زخم مٹانے مشکل ہو گئے ہیں - اگر اشتداد زمانہ مسلمانوں کی عادت میں اس وقت کے تحمل کو داخل نہ کر دیتا تو وہ کونسی غیرت ان کو ایک آدمی کے سامنے اپنی حیثیت کتوں سے بدتر تسلیم کرانے پر قادر ہو سکتی تھی کیا ایک مسلمان دوست ہندو دوست ہمسر کے گھر میں اور ایک مسلمان آقا ادنیٰ ہندو خادم کے چوکے میں اور ایک مسلمان نوکر ایک ہندو آقا کے دسترخوان کے فرش پر اور ایک مسلمان ذی وجاہت خریدار ایک ہندو سوداگر خوردنیات کی دوکان پر ذلیل ترین حیثیت نہیں رکھتا - جہاں مسلمان کے چھو جانے سے کوئی چیز یا کوئی جگہ اپوتر اور بھرشٹ ہو جاتی ہے کیا وہاں ایک کتے اور بیل کے چھو جانے سے وہی اثر ہوتا ہے اس کا جواب نفی محض میں ہے

اگر مذہب کے دائرے تک ہی چھوت محدود رہتی تو کوئی ہرج کی بات نہ تھی لیکن اس "چھوت" نے ہماری معاشرت میں تندوے کی طرح ایسی ٹانگیں پھیلائی ہوئی ہیں کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے سایہ کے رُخ سے مسلمانوں کے گھر لوٹ کر چھوت کرنے والوں کے خزانوں میں داخل نہ کرتی ہو اس چھوت نے مسلمانوں کی جیبیں خالی کر کے ہندوؤں کے گھروں کو آباد کر دیا ہے

یوں تو چھوت اصل میں ہر شاخ معاشرت میں عمل کر رہی ہے - اس چھوت نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے جدا رکھا ہے اور اُن کے تعصب کی آگ کو ایسا مشتعل کیا ہے کہ جس کے نمونے ہر جگہ اور ہر طبقے میں ظاہر ہو رہے ہیں - لیکن اگر ہم صرف ایک خورد و نوش کے صیغے پر ہی غور کریں تو سمجھ آ جاتی ہے کہ لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں روپے مسلمانوں کی تھیلیوں سے ہر سال نکلکر ہندوؤں کے پاس چلے جاتے ہیں اور اُن سے واپس لانیکا کوئی وسیلہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں - مثلاً اگر مسلمانوں کی تمام اعلیٰ و ادنیٰ طبقات اور مختلف عمروں کی آبادی کو ملا کر بالاوسط یہ سمجھ لیا جاوے کہ ہر ایک متنفس دو پیسے روز کی مٹھائی یا ریوڑیاں یا اور اسی قسم کی کھانے کی چیزیں ہندوؤں سے خریدتا ہے تو ۷ کروڑ آبادی اکیس لاکھ ستاسی ہزار پانسو روپے روزانہ ہندوؤں کو دیتی ہے گویا ۷۰ کروڑ ۷۵ لاکھ روپیہ ایک سال میں مسلمان ہندوؤں کو دیتے ہیں لیکن چونکہ اُن کی چھوت اُنھیں کسی مسلمان سے کوئی ایسی کھانے والی چیز خریدنے نہیں دیتی اس لئے یہ روپیہ مسلمانوں کو واپس نہیں مل سکتا ۔

تجارت اندرونی ہو یا بیرونی اصولاً ایک ایسی چیز کا نام ہے جو فیما بین اقوام مشترکہ اور جاری رہے - اور اسی طریق اگر سلسلہ دوری ہے تو قومیں اپنے اپنے مرکز و وقار پر کھڑی رہتی ہیں - لیکن جب کوئی یکرخی تجارت شروع ہو جائے جس کے ذریعے سے ایک قوم کا گھر بھر جاتا ہے اور دوسری قوم کا کیسہ خالی ہوتا جائے تو پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک قوم بہت بڑھ جاتی ہے اور دوسری گر کر پامال ہو جاتی ہے ۔

چھوت ہندوؤں کے لئے ایسی بیمار کن چیز ہے کہ اس نے اندرونی اور بیرونی زندگی میں مسلمانوں کو گرا کر ہندوؤں کو مالا مال کر دیا ہے - مسلمانوں کے کاروبار اور مصنوعات

اور سطوخات کے لئے یہ ایک ایسا خاموش اور مستقل ہندو بائیکاٹ ہے کہ اس کی نظیر دُنیا میں کہیں نہیں ملتی اس نے ہندوؤں میں مسلمانوں کی عام تجارتوں میں بھی بائیکاٹ کی ایک عجیب نفرت پیدا کر دی ہوئی ہے۔ یہ نظارہ کہ ہندو پکائیں تو مسلمان خریدیں اور مسلمان پکائیں تو ہندو نہ خریدیں نظر انداز کرکے بہانتک کسی ہندو کو کوئی چیز ایک ہندو بھائی سے مل سکتی ہے وہ کبھی بھی مسلمان سے خرید ناگوارا نہیں کریگا۔ ایک عمدہ سبق چھوت کا ہے اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں کہ اس پہلو سے ہندوؤں کا گھر بھر رہا ہے بلکہ مسلمانوں کے اموال تجارت کی خریداری کا دائرہ نہایت تنگ ہو کر اُن کی کساد بازاری اور بیدستی کا ذریعہ ہو رہا ہے اور آخر کار اُن کے ہاتھوں سے تجارتوں کو چھین کر اُن کی بیکاری اور ہندوؤں کی مشغولیت کے سامان بنا رہا ہے اور فی الحقیقت یہی ایک روک ہے جس سے منافعات خود غرضانہ کو سوچکر ہندو صاحبان مسلمانوں کے ساتھ سازش نہیں کرتے

قومی اتفاق کرنیکا اصل یہ ہے کہ دونوں قوموں کے حقوق میزان کے مساوی پلڑوں میں وزن کر دیئے جائیں اور اندرونی نفرات کے اسباب دور کر دیئے جائیں اور مخلصانہ یکجہتی اور مساوات حقوق ہر دو اقوام میں قائم کر دیئے جائیں۔ لیکن خدا اس چھوت کو زندہ نہ رکھے جب تک اس کی زندگی ہے وہ گھر کے چھوٹ کو کب دور ہونے دیتی ہے اور کب پوری صلح ہونے دیتی ہے۔ اتفاق بیشک ایک بہت بابرکت چیز ہے لیکن ایسے اتفاق سے کیا حاصل ہو سکتا ہے کہ ایک قوم اپنا الو سیدھا کرتی چلی جائے اور دوسری کو کنج تاریک میں دیتی چلی جائے اور خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ افتادہ قوم کو ذرا ہوش آئی ہے اور وہ اپنی خستگی حالت سے واقف ہو کر اُس کے معالجہ کیطرف متوجہ ہوئی ہے اب اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ان کی اس سنبھلنے کی خواہش کو شگوفے ہی سے کتر دیا جاوے تاکہ یہ کبھی اُٹھنے ہی نہ پاویں

اتفاق کی ضرورت اور خوبیوں سے انکار کرنا گناہ ہے۔ اگر صحت نیت اور ایکدوسرے کی ہمدردی کے خیال کو مد نظر رکھ کر سچی قومیت قائم کرنے کے لئے اتفاق کیا جائے تو اس کے فائدے دونوں قوموں کو ایسے وسیع پیمانہ میں پہنچینگے کہ جو یوں متفرق رہنے سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتے اس موجودہ حالت میں تو اُن کی جولانگاہ ملک کے اندرونی حدود تک ہے لیکن جب سارا ملک ایک قوم ہو جائیگا تو پھر اُس کی جولانگاہ ساری دُنیا ہو جائیگی اور قریب کے کسی زمانہ میں وہ ہی ایک نیشن کہلانیکا حق پا لینگی لیکن یہ ضروری ہے کہ اتفاق اگر ہو تو ایمانداری اور خدا ترسی کے خیال سے ہو اور دونوں قوموں کے حقوق معاشرتی سیاسی تمدنی مساوات کے پیمانہ میں ناپ دیئے جائیں۞

ترکوں میں عیسائیت

امریکن رسالہ لٹریری ڈائجسٹ ۱۱ - جنوری ۱۹۱۳ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ ترک عیسائیت کے قبول کرنے کے واسطے بہت طیار ہیں ایام جنگ میں بعض علاقوں میں پندرہ سو انجیلیں فروخت ہوئیں کئی ایک مشنری ہمارے کھولے گئے اور بعد جنگ بہت سے کھولے گئے اور بعد جنگ بہت سے کھولے جائینگے اور بڑی کامیابی کی اُمید ہے

اتنی مدت یورپ میں رہکر ترکوں نے اگرچہ اسلام نہیں پھیلایا مگر کبھی ایسا خطرہ بھی ان کے متعلق ظاہر نہیں ہوا کہ وہ عیسائیت میں داخل ہو کر اسلام سے بالکل گئے گذرے ہو جائیں۔ لیکن افسوس اور تعجب ہے کہ اب ان کی حالت ایسی گری ہوئی ہے کہ غیر قوموں نے نہ صرف ان کے ملک لے لئے ہیں بلکہ ان کا مذہب بھی لینے کی اُمیدیں رکھتے ہیں

درخواست جنازہ میاں نبی بخش ڈیرہ غازیخاں میں ایک مخلص احمدی بھائی تھے فوت ہو گئے ہیں احباب دعائے مغفرت سے ان کی امداد کریں۞

مراسلات

کفارہ اور قربانی

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ مسیح کے کفارے کا اعتقاد مسیحی مذہب کی روح رواں اور جان و ایمان ہے۔ اسکا فلسفہ بیان کرنے کے لئے متقدمین اور متاخرین عیسائیوں نے بہت لمبی اور پیچیدہ تاویلیں اور تحریریں لکھی ہیں۔ لیکن عہدنامہ جدید کے مصنفوں کی تحریرات سے مختصر اقتباس کرکے اس کی اصلیت کو مختصر اور سیدھے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے ۞

"شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں (گلیتیون ۳/۱۲) کیونکہ شریعت غضب پیدا کرتی ہے (رومیون ۴/۱۵) شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اُس کے (خدا کے) حضور راستباز نہیں ٹھہریگا۔ (رومیون ۳/۲۰ گلیتیون ۲/۱۶) غرض ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان سے راستباز ٹھہرتا ہے۔ (رومیون ۳/۲۸) سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم رہے مگر اُس کے فضل سے اُس فدیہ کے سبب جو یسوع مسیح نے دیا ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ (رومیون ۳/۲۳، ۲۴، ۲۵) مسیح نے ہمارے لئے لعنتی بن کر ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (گلیتیون ۳/۱۳) تاکہ وہ خود بھی عادل رہے (رومیون ۳/۲۶)

ان حوالوں کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ شریعت کو ایمان سے واسطہ نہیں اور یہ ایک لعنت ہے اسپر عمل کرنے سے کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا اور کوئی انسان خواہ نبی ہو یا اوتار اور ولی ہو یا نیکو کار گناہ سے نہیں بچ سکتا اور چونکہ خدا عادل ہے اسلئے ہر ایک کو گناہ کی سزا دینے پر مجبور ہے۔ پس اسلئے اُس کی محبت نے مسیح کو صلیب دیکر تمام لوگوں کے گناہوں کی لعنت اُس کے گلے ڈالکر اُس کو لعنتی کیا اور لوگوں کو شریعت کی لعنت سے چھڑا کر اُس کے خون کے وسیلے سے ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جسپر صرف ایمان لے آنے سے انسان

سے کے تمام گناہوں کی سزا کا اثر باطل ہو جاتا ہے جو
پہلے اُس سے سرزد ہو چکے تھے۔ اور کسی قسم
کے عمل صالح کی ریاضت اُٹھانے بغیر وہ مفت
میں راستباز ٹھہرایا جاتا اور نجات پالیتا ہے
غرض کفارہ ایسی چیز ہے جس پر صرف ایمان لانے
سے ہی انسان کے گناہ ایسے بے اثر ہو جاتے
ہیں کہ اُن کی پاداش اور سزا کی تجویز کا جوہر اُس میں سے
ساقط ہو جاتا ہے اور اُس کے گناہوں کا جرم بغیر
بغیر توبہ اور تغیر حالت اور نکوکاری کے صرف ایمانی
ہوا سے برف کی طرح پگھل کر بے نشان ہو جاتا
ہے۔ اور کوئی سزا اُس پر حملہ نہیں کر سکتی۔ گویا کفارہ
ایک عراقی تریاق ہے جو گنہگاری کے زہر کو
صرف ایمان کے خیالی دخل سے بے اثر کر دیتی ہے
اور ایسی لذیذ اور شیریں کیفیت ہے کہ کتنے ہی
گناہ کیوں نہ کئے ہوں اور کتنی ہی معصیتوں سے
نامہ اعمال سیاہ کیوں نہ کیا ہو لیکن صرف
اس کے مان لینے سے وہ سب معدوم ہو
جاتے ہیں۔ نہ نیک اعمال کی مشقت کی ضرورت
ہوتی ہے اور نہ توبہ اور رجوع کی حاجت رہتی ہے
جب اس کی ظاہری شیرینی اور دلکش تھیوری
پر نگاہ غائر کی جاتی ہے تو معاً یہ سوال پیدا ہوتا
ہے کہ (۱) کیا یہ سچ ہے کہ مسیح فی الواقعہ ایسا کفارہ
ہوا تھا؟ (۲) اگر وہ اسی طرح کفارہ ہوا تو کیا ایسا
کفارہ عقل اور نقل کی شہادت سے گناہوں کے
اثروں کو باطل کرنے اور بلا ضرورت اعمال راستباز
ٹھہرانے کے لئے صحیفہ کائنات میں پایا جاتا ہے؟
(۳) اگر اعمال کی ضرورت باقی رہتی ہے تو پھر کفارہ
کا کیا فائدہ؟

ہم نے اناجیل کو اس خاص بات کے لئے بھی
غور سے پڑھا ہے ان انجیلوں میں مسیح کے صلیب
پر مرنے اور کفارہ ہونے کا ثبوت دلائل قویہ متواترہ
سے نہیں ملتا۔ اس بحث کو ہم نے کتاب "واقعہ
صلیب پر چشم دید شہادت" میں لکھ دیا ہے۔ جو بدر
ایجنسی قادیان سے بقیمت ایک روپیہ دستیاب ہو سکتی
ہے۔ جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح کفارہ نہیں ہوا
تو پھر دوسرے تیسرے سوالوں کے جوابوں کی ضرورت
نہیں رہتی

لیکن جیسا کہ عیسائیوں کی ہمیشہ سے عادت چلی آتی
ہے وہ دوسرے سوالوں کے جواب میں تمام
مذہبوں یعنی ہندوؤں یہودیوں مسلمانوں اور دوسرے
مذہبوں کی مجوزہ قربانیوں کو بطور نظیر پیش کر دیا
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قربانی کی رسم زمانہ قدیم
سے مروج چلی آتی ہے لیکن مسیح کا کفارہ ان تمام
قربانیوں سے بڑی اور عظیم الشان قربانی تھی گویا
یسوع کے کفارے کو قربانی کا بدل اور مترادف
قرار دیتے ہیں

اگرچہ جب ہمیں دنیا کے تمام شعبوں میں یہ قانون
قدرت نظر آتا ہے کہ ادنیٰ چیزوں سے دست برداری
کر کے زیادہ قیمتی اور اعلیٰ چیزوں کو بچا لیا جاتا ہے
اور بہت نقصان کے احتمال سے اپنے آپکو تھوڑا
نقصان قبول کر کے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ
ایک ضرب المثل بھی یہی کہتی ہے کہ "جو دھن
دیکھئے جاندا تے آدھا دیئے لٹا" یعنی اگر سارا
مال ضائع ہوتا نظر آئے تو اُس میں سے تھوڑا
سا لُٹا کر باقی کا بچا لینا چاہئے اور یہ ظاہر ہے کہ
یسوع مسیح تمام دنیا کے عیسائیوں سے اعلیٰ
اور زیادہ قیمتی تھا پس چاہئے تو یہ تھا کہ اگر ایسی
ہی ضرورت تھی تو تمام دنیا کے عیسائیوں کو یہودیوں
کے حوالے کر کے کلوری کے میدان میں صلیب
کی موت سے لعنتی کر کے یسوع مسیح کو بچا لیا جاتا
لیکن عیسائیوں کے ہاں یہ اُلٹی ندی چلائی گئی
ہے کہ یسوع مسیح جیسے معزز اور قیمتی وجود کو
مصلوب اور ملعون بنایا اور ادنیٰ کو بچایا جاتا ہے
یہ بات یسوع مسیح کا کفارہ ماننے سے روکتی ہے
لیکن چونکہ عیسائی صاحبان اس پر بہت زور دیتے
ہیں اور اُس کو قربانی کا بدل اور ہم معنی قرار دیتے ہیں
اس لئے یہ امر دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ دونوں
الفاظ ہم معنی ہیں اور ایک دوسرے کے بدل
ہو سکتے ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ قربانی اور کفارہ دو مختلف
چیزیں ہیں اور اُن کے استعمال اور مفہوم بالکل
جدا جدا ہیں۔ چنانچہ قربانی تو لفظ قرب سے مشتق
ہے جس کے معنی ہیں نزدیکی اور خویشی اور قربان
بمعنی آنچہ بداں قرب بخدا جویند و ہمنشین
و ندیم بادشاہ اور یہ نسبتی ہے پس
قربانی کے معنی "وہ چیز جس سے خدا کا قرب
حاصل کیا جائے" ہیں۔ (دیکھو منتہی الارب
صفحہ ۱۴۹۴) یہ اصطلاح ثابت کرتی ہے کہ
جو ذرائع اس کے استعمال میں محدود ہیں
اُن سے قرب الٰہی کے حصول میں ترقی کرنا
مقصود ہے۔ قربانی کسی مقدم گناہ کی
تلافی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ میدان قرب
الٰہی میں مال و جان کے ایثار اور اعمال صالحہ
کے ذریعہ سے ایک طاقت حاصل کر کے
اور آگے بڑھنے اور زیادہ زیادہ نزدیکی
یعنی قرب حاصل کرتے جانے کی خواہش
کا ایک انتظام اور وسیلہ ہے قربانی خدا
کے قرب میں ترقی پانے کا زینہ ہوتی ہے
اور وجوبی اور نفلی دونوں قسموں کی ہو سکتی
ہے۔ وجوبی سے مراد وہ قربانی ہے جو حکم الٰہی
کے ماتحت کی جاتی ہے جیسے ادائے فرائض
عبادات و ایثار اموال برنگ زکوٰۃ و صدقات
و خیرات و ذبح حیوانات وغیرہ جس کے کرنے
کیلئے مخصص اور صریح احکام الٰہی اور تعامل
متواتر تاکید کرتے ہیں۔ گویا یہ ایک لازمی
قربانی ہوتی ہے۔ دوسری قسم قربانی کی
نفلی یا اختیاری ہوتی ہے اس کی ادائیگی
فرض تو نہیں ہوتی لیکن ایک سمجھدار شوقین
انسان جلد ترقی پانے اور میدان مجاہدہ
میں دوسروں سے آگے نکلکر منازل قرب
کو سرعت سے طے کرنے کے اپنی دلی
محبت اور سچے وجدان اور جوش سے اپنی
مرضی اور اختیار کے ساتھ قربانی اختیار
کر لیتا ہے یہ نفلی قربانی ہوتی ہے قربانی
یعنی قرب الٰہی حاصل کرنے کے ذرائع صرف
جانوروں کے مذبح پر چڑھانے یا ذبح کر کے
لوگوں کو کھلا دینے تک ہی محدود نہیں
بلکہ ان سے ایک انقطاع کا سبق حاصل ہوتا
ہے حقیقت ادائے قربانی میں خدا کی رضامندی
اور نفع خلق الٰہی کے لئے اپنے جذبات
اور نفعات اور لذات اور اموال کو چھوڑنے

اور انتہائی درجہ تک اپنی جان کے مجاہدات اختیار کرنے کے وسیع دوائر میں پھیلی ہوئی ہے اور ایک مسلم راستباز اپنے جان و مال کو کسی گناہ کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے اور اُس کے حضور میں اپنے موجودہ مرتبہ قرب سے زیادہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے قربانی کرتا ہے۔ ابراہیم اور اسمٰعیل نے کوئی گناہ نہ کیا تھا کہ جس کے بدلے میں اُنھوں نے قربانی کی

لیکن کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے اور کفر تاریکی کو کہتے ہیں اور کفارہ کے معنی ہیں "آنچہ بداں گناہ را ناچیز کنند از صدقہ و روزہ و مانند آں" یعنی کفارہ اس چیز کو کہتے ہیں جسکے ذریعہ سے گناہ کو ناچیز کیا جاتا ہے خواہ اُس کو برنگ صدقہ ادا کیا جائے اور یا روزوں وغیرہ کے ذریعہ سے کیا جائے اور صدقہ کے معنی خدا کی راہ میں خیرات دینے کے ہیں گویا کفارہ سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کو گناہوں کی پوری سزا سے کلی طور پر یا کسی چھوٹی سی تکلیف کو بطور بدل برداشت کرکے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ کفارہ کسی محبت اور عشق کے وجدان سے اور بغیر کسی گناہ کے واجب نہیں ہوتا بلکہ برخلاف قربانی کے کسی گناہ یا حکم عدولی کا پہلے صادر ہو چکنا کفارہ کے لئے مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس سے مقصود اُس گناہ یا حکم عدولی کا پہلے صادر ہو چکنا کفارہ کے لئے مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اُس سے مقصود اُس گناہ یا عدول حکمی کی اصل سزا میں معافی یا ایسی تخفیف حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ ناقابل برداشت سزا کا حکم یا کسی حکم عدم تعمیل کا مواخذہ کسی چھوٹی سی قابل برداشت تدبیر سے ٹل جائے اور وہ عیب چھپکر تاریکی میں پڑ جائے۔ جہاں گناہ نہیں وہاں کفارہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہر ایک گناہ کفارہ سے ٹل سکتا ہے۔ کفارہ میں وجوب اور لزوم بہت ہی قلیل جزو ہے اور اس کی لوازمات میں کثرت اختیاری اور نفلی ہے اور جو چیز اپنی مرضی اور اختیار سے بغیر حکم کے کیجاتی ہے اُس کا تیر بہدف ہونا یقینی نہیں ہوتا اور اس لئے جن اغراض کے لئے کفارہ ہوتا ہے اُن کا حصول یقینی نہیں ہوتا بلکہ شکی ہوتا ہے اور قربانی کے تمام اعمال صرف شرط اخلاص پر مبنی ہو کر یقینی الاثر ہوتے ہیں ایسا ہی وہ تمام اشیاء جو قربانی کا معمول ہوتی ہیں کفارہ کا معمول نہیں ہو سکتیں کیونکہ جذبات نفعات اور لذات وغیرہ گو قربانی میں آسکتے ہیں لیکن کفارہ نہیں ہو سکتے۔ قتل نفوس کا کفارے کے حدود میں آنا محض دور از قیاس اور وہمی بات ہے یہ تو انتہائی کام ہے اور اس سے بڑھکر اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ لیکن کفارہ گناہوں کی سزا کو دور یا تخفیف کرنے کے لئے ہوتا ہے کفارہ ایک گرے ہوئے کی اُٹھنے کی کوشش کو ظاہر کرتا ہے اور قربانی آگے بڑھنے کو اور آگے بڑھاتی ہے کفارہ ایک شکستہ مکان کی ایسی مرمت ہوتی ہے جس کا پائدار ہونا شکی ہوتا ہے اور قربانی ایک طیار اور مضبوط عمل کی زیب و زینت اور آرائش میں یقینی ترقی ظاہر کرتی ہے اور ایسا کفارہ جو اعمال کی گردن پر چھری پھیرنے والا ہے بالکل وہم اور مضحکہ خیز ہے ٭

پس قربانی اور کفارہ ایک دوسرے کے ہم معنی اور ہم غرض ہو سکتے ہیں ان کا فرق بین ہے اس لئے عیسائی صاحبان جو ان دونوں کو ایک معنی میں ظاہر کرتے ہیں اُنہیں دھوکا لگا ہوا ہے۔ ان دونوں کو ایک مفہوم سمجھنے والا بتانا غلطی ہے ٭ (عمر)

ایڈیٹر صاحب نور خوشاب میں

ایوب احمد اور مستری محمد الدین کی خواہش مدت سے تھی کہ کبھی خوشاب میں بھی کوئی لیکچر ہو مگر سامان وغیرہ کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کے پورا کرنے کے واسطے کسی آریہ لیکچرار کو بھیجدیا اُس نے گوشت خوری کی مذمت پر منہ کھولا بعض غیر احمدی مسلمانوں نے اُس لیکچر کو سُنکر ایوب احمد اور مستری محمد الدین صاحب کے پاس شیخ محمد یوسف صاحب کے بلوانے کی نسبت یہ تحریک کی۔ چنانچہ اُنھوں نے تار دیا یہ تار دیا جانا سنکر اور اسپر شیخ صاحب کی تشریف آوری کی اطلاع پاکر آریہ لیکچرار کو روانہ ہوا۔ خیر ہو ہوا کر ۳۰- اپریل ۱۹۱۳ء کو شام کی نماز کے بعد غیر احمدیوں نے لیکچر پر حاضر ہونے میں خیال سے وافر حصہ لیا۔ اہل ہنود کی تعداد و ذی علم بھی شامل ہوئی شیخ صاحب نے پہلے ایسے عمدہ پیرایہ اور خوش اسلوبی سے گوشت خوری کے متعلق بیان فرمایا کہ لوگوں کی طبیعتیں نہایت پسندیدگی سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر اسلام کی فضیلت اور خوبیوں کو دیگر مذاہب سے ایسی طرز سے مقابلہ کرکے ثابت کیا کہ سامعین عش عش کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور الحمد ہے کہ اُس نے خیال سے زیادہ کامیابی بخشی۔ الغرض شیخ صاحب نے ۲- گھنٹہ بیان کیا لوگوں نے نہایت توجہ اور دلچسپی سے سُنا باوجودیکہ یہاں کے باشندوں کو مذہب سے چنداں دلچسپی نہیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر خاص اثر پڑا اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کو حق پانے کی توفیق بخشے آمین

آج لیکچر سے دوسرا دن ہے۔ ہر طرف سے آواز آرہی ہے کہ شیخ صاحب ایک لیکچر تو اور دیں مگر شیخ صاحب چونکہ ایڈیٹر اخبار ہیں اپنا ہرج تصور میں لاتے ہیں اور نہیں مانتے۔

محمد علی ابو ایوب بدوملوی
خوشاب- یکم مئی ۱۹۱۳ء

عیسائی مذہب کا فوٹو

یہ مضمون حضرت مولوی شیر علی صاحب بی اے والا بدر اخبار کی پچھلی اشاعت میں چھپ چکا ہے اس میں "مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک نرالا ثبوت" کے عنوان پر ایک مفصل بحث کی گئی ہے چونکہ یہ مضمون ایک عجیب رنگ رکھتا ہے اور حضرت امیر المومنین نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے اسلئے عاجز نے دو ہزار رسالے چھپوائے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب چھپکر شائع ہونیوالے ہیں یہ ۳۲ صفحہ کا رسالہ ہوگا کاغذ لکھائی چھپائی کا بہت عمدہ اہتمام کیا گیا ہے فی کاپی ا[illegible] کی ۲۰ کاپیاں ٭ درخواستیں بنام محمد یامین تاجر کتب قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔